تحفہ عشّاق

مرتبہ: حضرت صوفی محمد اقبال صاحب مہاجر مدنی قدس سرہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تُحفہ عُشّاق

مرتبہ

حَضرت اقدس صُوفی **مُحمّد اقبَال** صَاحب (مدنی)

معاونت خصوصی برائے ترتیب و کمپوزنگ
حضرت جناب آفتاب احمد (مدینہ منورہ)

ترتیب و کمپوٹر کمپوزنگ: محمد نور باری

مکـــــتبہ اقبـالیہ

نور حراء پبلیشرز

ای میل: noorbari786@gmail.com فون: 0092-312-2502281

۱٤ صفر المظفر ۱٤٤٤

نوٹ: یہ کتاب قارین کے لیے کتابی صورت میں دستیاب ھے
مکتبہ حضرت شاہ زبیرؒ
جامع مسجد مدنی– خانقاہ مدنیہ اقبالیہ جلیلیہ
سی 307، بلاک 1 ، گلستان جوہر ، کراچی۔۔۔موبایل 0030 9225533 0321 9225533

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قال اللہ تعالیٰ قل بفضل اللہ و برحمتہ فبذٰلک فلیفرحوا

وقال اللہ تعالیٰ وما ارسلنٰک الا رحمۃ للعالمین

وقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم انا رحمۃ مھداۃ

تحفۂ عشاق

گناہگار و آشفتہ حال عاشقانِ نبی مختار (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لئے بشارتیں

اور

منافق شعار پارساؤں کی رُوسیاہی اور رسوائی

مؤلفہ

حضرت صوفی محمد اقبال صاحب مہاجر مدنی قدس سرہ

حمد

—— بہادر شاہ ظفرؔ ——

مقدور کس کو حمدِ خدائے جلیل کا
اس جائے بے زبان ہے دہن قال و قیل کا

پانی میں اس نے راہبری کی کلیم کی
آتش میں وہ ہوا چمن آرا خلیل کا

اس کی مدد سے فوجِ ابابیل نے کیا
لشکر تباہ کعبہ پہ اصحابِ فیل کا

بُلوایا اپنے دوست کو اس نے وہاں جہاں
مقدور پَر زدن نہ ہوا جبرئیلؑ کا

کیا پائے کنہِ ذات کو اس کی کوئی ظفرؔ
واں عقل کا نہ دخل نہ ہرگز دلیل کا

نعت

سیدالطائفہ حضرت حاجی امداداللہ صاحب قدس سرہٗ

محمدؐ ہیں ممدوحِ ذاتِ خدا
محمدؐ کا ہو وصف کس سے ادا

محمدؐ سا مخلوق میں کون ہے
اسی کا طفیل ہے یہاں جون ہے

نہ پیدا اگر ہوتا احمدؐ کا نور
نہ ہوتا دو عالم کا ہرگز ظہور

محمدؐ خلاصہ ہیں کونین کا
محمدؐ وسیلہ ہیں دارین کا

محبت محمدؐ کی رکھ جان میں
محمدؐ محمدؐ کہہ ہر آن میں

محمدؐ کی الفت سے اور چاہ سے
ملے گا تو امداد اللہ سے

موت کی یاد

یہ سرائے دہر مسافرو بخدا کسی کا مکاں نہیں
جو مکین اس میں تھے کل یہاں کہیں آج ان کا نشاں نہیں

یہ رواں عدم کو ہے کارواں، بشر آگے پیچھے ہیں سب رواں
چلے جاتے سب ہیں کشاں کشاں کوئی قیدِ پیر و جواں نہیں

نہ رہا سکندرِ ذی حشم نہ رہے وہ دارا ہی اور نہ جم
جو بنا گیا تھا یہاں اِرَم تہِ خاک اس کا نشاں نہیں

نہ غنی رہے نہ سخی رہے نہ ولی رہے نہ نبی رہے
یہ اجل کا خواب وہ خواب ہے کوئی ایسا خوابِ گراں نہیں

ہے یہ موت ایک عجیب سِر کہ صفائے عقل ہے یاں کدر
ہے یہ تیرے وقت کی منتظر تجھے اس کا وہم و گماں نہیں

یہ جھپٹ کے تجھ پہ جب آئیگی تو بنے گی کچھ نہ بن آئے گی
یہ عزیز جاں یونہی جائے گی کہ قضا سا پیکِ رواں نہیں

مگر اک حیات حیات ہے وہی جس میں سب کی نجات ہے
یہی بات سننے کی بات ہے اسی بات کا تو دھیاں نہیں

اے محبّو! یہاں آؤ، بیٹھو، سُنو
وِرد صَلِّ عَلٰی کا زباں پہ رکھو

ان کی ہر اِک ادا، ان کا ہر تذکرہ
نور ہی نور ہے۔ نور ہی نور ہے

يَارَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ۔

امّا بعد ہم گناہگار، تباہ حال، محتاجِ شفاعتِ سیّدِ ابرار صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے امتی ہونے کی نسبت سے بہت ہی توقعات ہیں اور اس مبارک ماہ میں خوشیاں مناتے ہیں جس میں اللہ پاک کے فضل و رحمت کا نزول ہوا۔

ہوئی پہلوئے آمنہ سے ہویدا
دعائے خلیل اور نویدِ مسیحا

اللہ تعالٰے اپنے فضل و رحمت پر خوش ہونے کا حکم فرماتے ہیں۔ جنابِ باری تعالٰے کا ارشاد ہے قُلْ بِفَضْلِ اللّٰہِ وَ بِرَحْمَتِہٖ فَبِذٰلِکَ فَلْیَفْرَحُوْا۔ (ترجمہ) لوگوں کو چاہیئے کہ صرف اللہ تعالٰے کے فضل اور رحمت ہی کو اصل خوشی کی چیز سمجھیں اور صرف اسی پر خوش ہوں۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ "فضل" سے مراد قرآن ہے اور "رحمت" سے مراد نبئ کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ (معارف القرآن)

قرآنِ کریم کی آیت وَمَآ اَرْسَلْنٰکَ اِلَّا رَحْمَۃً لِّلْعٰلَمِیْنَ سے اس مضمون کی تائید ہوتی ہے۔ اور خود رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم اپنے متعلق فرماتے ہیں۔ اَنَا رَحْمَۃٌ مُّھْدَاۃٌ یعنی میں ہدیہ کے طور پر بھیجی ہوئی اللہ کی رحمت ہوں۔

لِھٰذَا الشَّھْرِ فِی الْاِسْلَامِ فَضْلٌ وَمَنْقَبَۃٌ تَفُوْقُ عَلَی الشُّھُوْرِ
رَبِیْعٌ فِیْ رَبِیْعٍ فِیْ رَبِیْعٍ وَنُوْرٌ فَوْقَ نُوْرٍ فَوْقَ نُوْرٍ

(ترجمہ) اس ماہِ مبارک کی اسلام میں فضیلت ہے اور اس کی ایک فضیلت ایسی ہے جو سب مہینوں پر سبقت لے جاتی ہے۔ ایک بہار ہے۔ موسمِ بہار میں صبح کے سہانے وقت میں نور بالائے نور بالائے نور۔

سچے عشاق کا تو یہ حال ہے کہ حضرت حکیم الامت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے وعظ "نور النور" میں ارشاد فرماتے ہیں:۔

"اس ماہِ ربیع الاول کے قرب سے بھی کچھ انوار محسوس ہونے لگتے ہیں۔ اور کیوں نہ ہوں کہ

اِس ماہ میں ایسی ذات کی تشریف آوری ہوئی جو مجمع الانوار اور منبع الانوار ہیں۔"

ایک حدیثِ پاک میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ :-

ان للّٰہ تعالٰی نفحات فی ایّامکم فتعرضوا لنفحاتہٖ

ترجمہ :- تمہارے زمانے کے ایام میں مہک اور لپٹیں ہیں پس ان خوشبوؤں اور ان کی لپٹوں اور مہک کے سامنے ہو (تاکہ ان سے متمتع اور متبع ہوسکو) بعض لوگوں کو یہ معنوی خوشبو اور لپٹیں حسی طور پر محسوس ہوتی ہیں اور ناک اور آنکھ سے دل پر خوشبو اور انوار کا احساس ہوتا ہے۔

اور مراد اس حدیثِ پاک سے یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی کچھ خصوصی توجہات ہوتی ہیں خاص اوقات میں۔ ان کے لئے اپنے آپ کو تیار رکھا کرو۔

اور سامنے آنا اور خوشبوؤں کا حاصل کرنا موقوف ہے احکامات کی عمدہ طریقہ اور پوری طرح سے بجاآوری پر۔

سازگار ماحول میں جب فضا معطر ہو، منور ہو اور بہار افشاں ہو تو دل پر ایک خاص اثر ہوتا ہے اور ہر اچھے کام میں جی لگتا ہے۔ یہ کیفیت عام طور پر ہر وقت حاصل نہیں ہوتی اس لئے اس مبارک مہینے میں جبکہ خوشی اور سرور کی ایک لہر آتی ہے اور مومنین اور دلوں کی نسبت حضور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کو یاد کرکے (یعنی اللہ تعالیٰ کی رحمت کو یاد کرکے) خوشی کا زیادہ اہتمام کرتے ہیں۔ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح و ثنا کرتے ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ پاک کا بیان اور آپؐ کی سنت پر عمل کرنے کے لئے مجالس منعقد کرتے ہیں۔ اور حاضرینِ مجلس میں علماء، صلحاء اور فقراء سبھی ہوتے ہیں، ان کے لئے مجلس خوب سجائی جاتی ہے۔ خوشبو سے بسائی جاتی ہے۔ بعض اوقات مٹھائی بھی بانٹی جاتی ہے۔ قرآنِ پاک پڑھا جاتا ہے اور نبئ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں مدحیہ کلام سنایا جاتا ہے جس سے حاضرین کے دل خوش ہوتے ہیں۔ درود و سلام کی کثرت کرتے ہیں جو کہ اللہ پاک کا خصوصی حکم ہے اور اس کی رضا کا ذریعہ ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق کی ادائیگی اور آپؐ کی تعظیم و احترام و اجلال کا اظہار ہے۔

حدیثِ پاک میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے پیر کے نفلی روزہ کے متعلق سوال کیا گیا تو آپؐ نے فرمایا کہ "اس دن میری ولادت ہوئی تھی۔ جمعہ کی فضیلت میں ارشاد ہے کہ اس دن حضرت آدم علیہ السلام کے جسدِ خاکی میں روح پھونکی گئی، پھر اس دن کے شرف کا کیا کہنا جس دن سید الانبیاء و افضل الخلائق اور وجہ تخلیقِ کائنات حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں تشریف لائے۔

اِس ضمن میں ثویبہ کا قصّہ مشہور ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کی دنیا میں تشریف آوری پر خوشی منانے سے کافر کو بھی نفع ہوا۔ ابولہب جس کے کفر اور مذمت میں سورۂ تَبَّتْ یَدَا نازل ہوئی اس نے جب ولادت شریفہ کی مبارک خبر سنی تو اپنی باندی ثویبہ کو آزاد کر دیا جو یہ مبارک خبر لائی تھی۔ بخاری شریف میں ہے کہ ثویبہ کے آزاد کرنے کی وجہ سے اور خوشی منانے سے پیر کے روز ابولہب کے عذاب میں کمی کر دی جاتی ہے۔

مذکورہ بالا تمام چیزیں اللہ جل شانہ اور اس کے پاک رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت بڑھانے والی ہیں۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع کا ذریعہ ہیں۔ اور جو احباب اس مقصد کے لئے جمع ہوتے ہیں آپس میں اللہ تعالیٰ کے لئے اُن کی محبت بڑھتی ہے اور خیر پھیلتی ہے۔ یہ سب کچھ شرعًا مطلوب و محمود ہے۔ لیکن ان اُمور کو عشاق شرعی آداب کے ساتھ بجالاتے ہیں۔ کیونکہ محبت کے لئے ادب نہایت ضروری ہے۔

طُرُقُ الْعِشْقِ کُلُّھَا اٰدَابٌ　　　اَدِّبُوا النَّفْسَ اَیُّھَا الْاَصْحَابُ

ترجمہ:۔ عشق کے تمام راستے ادب ہی ہیں　　　اے دوستو اپنے نفس کو ادب سکھاؤ

عشاق کی ان مجالس میں رحمتیں اور انوارات ہوتے ہیں اور سکینہ نازل ہوتی ہے جس سے قلوب متاثر ہوتے ہیں اور وعظ و نصیحت کو فورًا قبول کرتے ہیں۔ اس طرح اتباعِ سنت کی توفیق ہو کر آدمی اِتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ کا مصداق بن جاتا ہے۔ لہٰذا ان مجالس کی ایک خاص شان ہونا چاہیئے۔ علماء اور مشائخ کو اس بات کی کڑی نگرانی کرنی چاہیئے کہ کوئی منکر اور بدعتِ اصطلاحی ان میں رواج نہ پا جائے۔ اور ان میں ان منکراتِ شرعیہ کا جو جہلا کی بعض مجالس میں کی جاتی ہیں، رَد کیا جانا چاہیئے اور ان کو لہو و لعب سے بچانا چاہیئے۔ بجائے اس کے کہ سرے ہی سے اس کو ختم کر دیا جائے۔ اگر یہ مجالس خیر نہ ہوں گی تو موازنہ کا موقع نہ ملے گا اور لوگ ان ہی مجالس میں شریک ہوں گے جو موجود ہوں گی جس سے بجائے فائدے کے مضرت کا امکان ہے۔ اور ایسے خیر کے امور کی محض وہمی بے بنیاد وجوہ کی بنا پر مخالفت کرنا بڑی بے انصافی ہے۔

ایک اور اہم بات یہ ملحوظ رہنا چاہیئے کہ ایسی دینی مبارک مجالس صرف مبارک ماہ ربیع الاول یا کسی خاص موقع کے ساتھ مخصوص نہیں کرنا چاہیئے بلکہ جیسے خصوصی اوقات میں ان مجالس کا اہتمام کیا جانا اچھا ہے اسی طرح سال بھر میں جتنے زیادہ سے زیادہ مواقع حاصل ہوں، کسی خاص شرط و قید کے بغیر ان کا انعقاد کرنا چاہیئے خواہ روزانہ ہوں یا ہفتہ وار۔

لابن المجد

اَلَا یَا مُحِبَّ الْمُصْطَفٰی زِدْ صَبَابَۃً ۔۔۔ وَضَمِّخْ لِسَانَ الذِّکْرِ مِنْکَ بِطِیْبِہٖ
وَلَا تَعْبَأَنْ بِالْمُبْطِلِیْنَ فَاِنَّمَا ۔۔۔ عَلَامَۃُ حُبِّ اللّٰہِ حُبُّ حَبِیْبِہٖ

ترجمہ: سن رکھ اے عاشق مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم کے۔ تُو عشق میں خوب ترقی کر اور اپنی زبان کو خوشبوئے ذکر نبیؐ سے معطر کر۔ اور اہلِ بطالت کی کچھ پرواہ مت کر۔ کیونکہ علامت حبِّ الٰہی کی اس کے حبیب کی محبت ہے۔

البتہ اپنے اعمال پر مغرور اور شفاعت سے مستغنی منافقین ان مبارک ایام میں دل تنگ ہوتے ہیں۔ اور یہ لوگ خوشی منانے والوں کو دیکھ کر جل جاتے ہیں۔ ان کے چہروں پر نفاق و الحاد و زندقہ کی پھٹکار برستی ہے۔ جس کا جی چاہے ان کے چہروں کو دیکھ لے۔ فوراً معلوم ہو جائے گا کہ یہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم سے نسبت و محبت رکھنے والے مومن ہیں یا بغض رکھنے والے منافق۔ مومن کے چہرے پر خوشی اور منافق کے چہرے پر غصہ ہوگا۔ یہ لوگ جہلا اور بے دینوں کی بنیادی تفریحی مجالس خواہ کسی نام سے ہوں، ان کی عملی و اعتقادی منکرات کو مجالسِ خیر والوں کے سر پر تھوپتے ہیں۔ خواہ خوش اعتقادی سے مجالسِ خیر منعقد کرنے والے کتنا ہی انکار کریں۔ مگر ان کو تو اپنے بغض اور بدظنی کا اظہار کرنا ہے اور شیطانی و نفسانی الہام پر یقین کرنا ہے۔

اللہ جل شانہٗ کے حبیب و محبوب صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک ارشاد ہم ایسے گنہگاروں کے لئے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت اور وسیلہ کے طلبگار اور امیدوار ہیں ایک وجد آفریں بشارت اور ایک بیش بہا تحفہ ہے۔

"شَفَاعَتِیْ لِاَھْلِ الْکَبَآئِرِ مِنْ اُمَّتِیْ"

ترجمہ: میری شفاعت امت کے کبیرہ گناہ کرنے والوں کے لئے ہے۔

(یہ شفاعت کی ایک قسم ہے۔ دیگر اور بھی اقسام ہیں۔ مثلاً شفاعتِ کبرٰی وغیرہ)

محبت والے عارفین اس حدیث کا مفہوم یوں بیان کرتے ہیں کہ "یہ میرے ہیں"

حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت اور مرتبہ کو جو کتاب وسنت سے ثابت ہے، اپنے قصیدۂ بہاریہ میں یوں بیان فرماتے ہیں۔

جو جبرئیل مدد پر ہو فکر کی میرے
تو آگے بڑھ کے کہوں اے جہان کے سردار

تو فخرِ کون و مکاں زُبدۂ زمین و زماں
امیرِ لشکرِ پیغمبراں شہِ ابرار

خدا ترا تو خدا کا حبیب اور محبوب
خدا ہے آپ کا عاشق تم اسکے عاشقِ زار

تو بوئے گل ہے اگر مثلِ گل ہیں اور نبی
تو نورِ شمس گر اور انبیا ہیں شمسِ نہار

حیاتِ جاں ہے تو ہیں اگر وہ جانِ جہاں
تو نورِ دیدہ ہے گر ہیں وہ دیدۂ بیدار

طفیل آپ کے ہے کائنات کی ہستی
بجا ہے کہیئے اگر تم کو مبدأ الآثار

بجز خدائی نہیں چھوٹا تجھ سے کوئی کمال
بغیر بندگی کیا ہے لگے جو تجھ کو عار

تو آئینہ ہے کمالاتِ کبریائی کا
وہ آپ دیکھتے ہیں اپنا جلوۂ دیدار

لگا تا ہاتھ نہ پتلے کو بوالبشر کے خدا
اگر ظہور نہ ہوتا تمہارا آخرکار

خدا کے طالبِ دیدار حضرتِ موسیٰؑ
تمہارا لیجئے خدا آپ طالبِ دیدار

کہاں بلندئ طور اور کہاں تری معراج
کہیں ہوئے ہیں زمیں آسماں بھی ہموار

جمال کو ترے کب پہنچے حُسن یوسف کا
وہ دلربائے زلیخا تو شاہدِ ستّار

عجب نہیں تری خاطر سے تیری امت کے
گناہ ہو ویں قیامت کو طاعتوں میں شمار

بکیں گے آپ کی امت کے جرم ایسے گراں
کہ لاکھوں مغفرتیں کم سے کم پہ ہوں گی نثار

کفیلِ جرم اگر آپ کی شفاعت ہو
تو قاسمی بھی طریقہ ہو صوفیوں میں شمار

ترے بھروسہ پہ رکھتا ہے غرۂ طاعت
گناہ و قاسم برگشتہ بخت بد اطوار

گناہ کیا ہے اگر کچھ گناہ کئے میں نے
تجھے شفیع کہے کون گر نہ ہوں بدکار

تمہارے حرفِ شفاعت پہ عفو ہے عاشق
اگر گناہ کو ہے خوفِ غصۂ قہار

یہ سن کے آپ شفیعِ گناہگاراں ہیں
کئے ہیں میں نے اکٹھے گناہ کے انبار

ترے لحاظ سے اتنی تو ہو گئی تخفیف
بشر گناہ کریں اور ملائک استغفار

پیارے نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نسبت و محبت رکھنے والے گنہگاروں کے لئے یہ امیدیں اور ان کے لئے یہ بشارتیں نعوذ باللہ محض خوش فہمی یا اظہارِ عقیدت کے الفاظ نہیں ہیں بلکہ یہ باتیں حقیقت ہیں۔ ان شاء اللہ اسی طرح اور اس سے بڑھ کر کرم ہوگا جو نہ کسی آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان

نے سُنا اور نہ کسی کے دل پر اتنے بڑے کرم کا خیال گزرا۔ اور نیز اس سے بڑھ کر یہ کہ وہ جنت میں ہوگا جو اللہ پاک کی ہمیشہ کی رضا کی جگہ ہے۔ اس کی کچھ برکت اور ٹھنڈک تعلق والے گنہگاروں کو دنیا ہی میں نصیب ہو جاتی ہے جو یہاں کسی بڑے سے بڑے بادشاہ کو بھی نہیں ملتی۔ دنیاوی زندگی کا یہ لطف و سرور باطنی ہوتا ہے۔ مجوبوں، اندھوں اور مدہوش لوگوں کو محسوس نہیں ہوسکتا۔ اس باطنی لذت کو تو وہی جانتے ہیں جن کو یہ اطمینان و سرور نصیب ہو۔

سارے عالم میں ان چند نسبت والے گنہ گاروں پر دونوں جہان میں اس قدر رعایت اور انعامات کی کیا وجہ ہے؟ آخر ان کا یہ درجہ باوجود گناہوں کے کیوں ہے؟ یہ سب محبت اور مرتبہ کے لحاظ کی بات ہے جس کے قانون استحقاق سے بالاتر ہیں۔ یہاں کم، زیادہ، اور اہل نااہل کو نہیں دیکھتے۔ یہاں جس طرح معمولی بات پر گردن ماردی جاتی ہے اسی طرح بڑی بڑی باتوں کو نظرانداز بھی کر دیا جاتا ہے۔ پھر دینے والی ذات اس مالکِ حقیقی اور غنیِ مطلق کی ذات ہے۔ کریم آقا کا اپنے بعض بندوں کے ساتھ ایسا معاملہ بھی ہوگا کہ حکم ہوگا "میرے بندے کے جتنے گناہ ہیں اس کو اسی قدر نیکیاں دے دو۔ اور اپنوں میں سے بعض کو اگر عارضی طور پر دوزخ میں بھی ڈالا جائے گا تو وہ دوزخ ان کے حق میں جنت کا باغ بن جائے گی۔ جیسے دنیا میں اللہ تعالےٰ نے اپنے خلیل حضرت ابراہیم علیٰ نبیّنا وعلیہ السلام کے لئے نمرود کی آگ کو گل و گلزار بنا دیا تھا۔

الحاصل یہ اس کے محبوب سے، عزت والے سے تعلق کی بات ہے۔ کیونکہ اللہ پاک نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو محبوبیت کا مقام دیا ہے اور اپنی مخلوق میں ایسا بڑا مرتبہ عطا فرمایا جس تک انسانی عقل کی رسائی ہو ہی نہیں سکتی۔ البتہ خود اللہ کریم نے اپنے سچّے کلام میں اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے رب کے حکم سے اپنی سچّی زبان سے اس بارے میں جو کچھ ارشاد فرمایا، کچھ اسی سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام ظاہر ہو سکتا ہے۔ ان پر اللہ پاک کا پیار۔ اللہ تعالےٰ نے جو اختیارات حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تفویض فرمائے ہیں اور جو انعامات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا کئے ہیں ان کے پیشِ نظر ہم ان شاء اللہ تعالیٰ مذکورہ بالا بشارتوں کے پورے وثوق سے امید وار ہیں۔ یہاں پر چند انعامات ذکر کئے جاتے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات اور اللہ تعالےٰ کے یہاں انکی قدر و منزلت و رفعتِ شان

۱:۔ ایک حدیثِ پاک میں ایک موقع کی مناسبت سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے چند خصائص

خود بیان فرمائے۔ ارشاد فرمایا۔ غور سے سنو۔ میں اللہ کا حبیب ہوں اور اس پر کوئی فخر نہیں کرتا اور قیامت کے دن حمد کا جھنڈا میرے ہاتھ میں ہوگا اور اس جھنڈے کے نیچے آدم اور سارے انبیاء علیہم السلام ہوں گے اور اس پر کوئی فخر نہیں کرتا۔ اور قیامت کے دن سب سے پہلے میں شفاعت کرنے والا ہوں گا۔ اور سب سے پہلے جس کی شفاعت قبول کی جائے گی وہ میں ہوں گا۔ اور اس پر بھی میں کوئی فخر نہیں کرتا۔ اور سب سے پہلے جنت کا دروازہ کھلوانے والا میں ہوں گا۔ اور سب سے پہلے جنت میں میں اور میری اُمت کے فقراء داخل ہوں گے اور اس پر بھی کوئی فخر نہیں کرتا اور میں اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ مکرم ہوں اولین وآخرین میں اور کوئی فخر نہیں کرتا۔

مشکوٰۃ کے حاشیہ میں لکھا ہے کہ حبیب اللہ کا لقب سب سے اونچا ہے اور وہ اللہ کا محبوب ہونا ہے ایک خاص محبت کے ساتھ جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے ساتھ مخصوص ہے۔ علماء نے لکھا ہے کہ سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ایک مقام یہ بھی ہے کہ شفاعت کے میدان میں عرشِ معلّٰی کے دائیں جانب ہوں گے جس پر اولین وآخرین سب کو رشک ہوگا جیسا کہ حدیث شریف میں ہے،

عن ابی ھُریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاکسی حلۃ من حلل الجنۃ ثم اقوم عن یمین العرش لیس احد من الخلائق یقوم ذٰلک غیری۔ (رواہ الترمذی)

۲۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلے اللہ علیہ وسلم کو رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا

اس رحمت عامہ میں مومن کافر اور ساری مخلوق شامل ہے اور مومنین کے لئے خاص طور پر رؤف ورحیم بنایا۔

خالقِ کائنات کا ارشاد ہے۔ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ۔ عالمین، عالَم کی جمع ہے جس میں ساری مخلوقات انسان۔ جن۔ حیوانات۔ جمادات سب ہی داخل ہیں۔ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا ان سب چیزوں کے لئے رحمت ہونا اس طرح ہے کہ تمام کائنات کی حقیقی روح اللہ کا ذکر اور اس کی عبادت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جس وقت زمین سے یہ روح نکل جائے گی۔ اور (از روئے حدیث) زمین پر کوئی اللہ اللہ کہنے والا نہ رہے گا تو ان سب چیزوں کو موت یعنی قیامت آجائے گی۔ اور جب ذکر اللہ وعبادت کا ان سب چیزوں کی روح ہونا معلوم ہوگیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ان سب چیزوں کے لئے رحمت ہونا خود بخود ظاہر ہوگیا۔ کیونکہ اس دنیا میں قیامت تک ذکر اللہ اور

عبادت آپ ہی کے دم قدم اور تعلیمات سے قائم ہے۔ اسی لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ "اِنَّمَا اَنَا رَحْمَۃٌ مُّھْدَاۃٌ" یعنی میں اللہ تعالےٰ کی طرف سے بھیجی ہوئی رحمت ہوں (اخرجہ ابن عساکر عن ابی ہریرۃ) اور حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "انا رحمۃ مھداۃ برفع قوم وخفض اٰخرین" یعنی میں اللہ کی بھیجی ہوئی رحمت ہوں تاکہ (اللہ کے حکم ماننے والی) ایک قوم کو سربلند کروں اور دوسری قوم (جو اللہ کے حکم ماننے والی نہیں) کو پست کردوں۔ (ابن کثیر، کذا فی معارف القرآن)

۳۔ اللہ تعالیٰ نے آپ صلے اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دیا

حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر قربان، آپ کا عالی مرتبہ اللہ تعالےٰ کے نزدیک اس قدر اونچا ہوا کہ آپ کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دیا۔ چنانچہ ارشاد ہے۔ مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰہَ یعنی جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔

۴:۔ اللہ تعالےٰ نے آپ کی بیعت کو اپنی بیعت قرار دیا۔ ارشاد ہے۔ اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَكَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰہَ۔ الآیہ۔ یعنی بے شک جو لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کرتے ہیں (وہ حقیقت میں) اللہ تعالےٰ سے بیعت کرتے ہیں۔

۵:۔ اللہ تعالےٰ نے اپنے پر ایمان لانے کے ساتھ اپنے رسول پر ایمان لانا لازم قرار دیا۔ ارشاد ہے۔ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اٰمِنُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ۔ الآیہ۔ یعنی اے ایمان والو یقین لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول پر۔

۶:۔ اللہ تعالےٰ نے آپ کی اتباع کو اپنی محبت کی علامت قرار دیا اور متبع کے لئے اپنے محبوب اور محب ہونے کا موجب قرار دیا اور اس کے گناہوں کے معاف کر دینے کا اعلان فرمادیا۔ ارشاد ہے۔ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰہُ وَیَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ۔ یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنی اُمت سے کہہ دیجئے کہ اگر تم اللہ تعالےٰ سے محبت رکھتے ہو تو میرا اتباع کرو۔ اللہ جل شانہٗ تمہیں محبوب بنالے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا۔ اور اللہ تعالیٰ غفور رحیم ہے۔

۷: آپ صلے اللہ علیہ وسلم کا عُلوِّ شان اللہ کے نزدیک ایسا ہے

کہ آپ اگرچہ زمانہ کے اعتبار سے آخر میں آئے لیکن انبیاء کی میثاق میں آپ کو سب سے پہلے ذکر کیا گیا۔ اور تمام انبیاء سے آپ کی نبوت اور رسالت کی تصدیق کا عہد لیا گیا۔ ارشادِ ربانی ہے وَاِذْ اَخَذْنَا مِنَ النَّبِيّٖنَ مِيْثَاقَهُمْ وَمِنْكَ وَمِنْ نُّوْحٍ وَّاِبْرَاهِيْمَ ۔ الآیہ۔ اور ارشادِ باری تعالیٰ ہے ۔ وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتَابٍ وَّحِكْمَةٍ الآیہ علامہ تقی الدین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ آیتِ کریمہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جو کچھ عظمت اور قدر و منزلت بیان کی گئی ہے وہ عیاں ہے اور اس میں بتایا گیا ہے کہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے زمانہ میں مبعوث ہوں تو وہ تمہارے لئے بھی اللہ کے رسول ہیں۔ پس آپ کی رسالت و نبوت حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آخر قیامت تک تمام مخلوق کے لئے عام ہو گئی اور تمام انبیاء سابقین اور ان کی امتیں آپ کی امت میں شامل ہو گئیں۔ چنانچہ ارشادِ نبوی ہے "بعثت الی النّاس کافۃ" یعنی میں تمام لوگوں کی طرف بھیجا گیا ہوں۔ اور یہ آپ کے بعد قیامت تک آنے والے لوگوں کے ساتھ مخصوص نہیں۔ بلکہ آپ سے پہلے جو لوگ گذرے ہیں ان کو بھی مشتمل ہے (مواہب)

غرض ابتدائے آفرینش سے لے کر اختتامِ دنیا تک رشد و ہدایت اسی شمعِ ہدایت سے تقسیم ہوئی اور پوری دنیا اور ساری مخلوق میں (نورِ محمدی) نے اجالا کیا اور اسی واحد ذریعہ سے نورِ ہدایت کی شعاع نمودار ہوئی۔

۸: آپ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" اَنَا خَاتَمُ النَّبِيّٖنَ لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ"، یعنی میں خاتم النبیین ہوں۔ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔

۹: اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے مبعوث فرمانے کو بطور احسان کے ذکر فرمایا لیکن اس طرح دیگر انبیاء علیہم السلام کے بارہ میں نہیں فرمایا۔ ارشاد ہے کہ لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا ۔ الآیہ۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے احسان کیا مومنین پر جو بھیجا

ان میں رسول ان ہی میں کا ۔

نمبر ۱۰ منجملہ کمالاتِ نبویہ عظیمۃ الشان کے واقعہ معراج شریف ہے

جس کے متعلق قرآنِ پاک میں ہے ۔ سُبۡحٰنَ الَّذِیۡۤ اَسۡرٰی بِعَبۡدِهٖ لَیۡلًا مِّنَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ اِلَی الۡمَسۡجِدِ الۡاَقۡصَا الَّذِیۡ بٰرَکۡنَا حَوۡلَهٗ لِنُرِیَهٗ مِنۡ اٰیٰتِنَا ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیۡعُ الۡبَصِیۡرُ ۔ ترجمہ :۔ پاک ذات ہے وہ جو لے گیا اپنے بندہ کو راتوں رات مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک جس کو گھیر رکھا ہے ہماری برکت نے تاکہ دکھلائیں اس کو کچھ اپنی قدرت کے نمونے ۔ وہی ہے سننے والا دیکھنے والا ۔

معراج شریف کے واقعہ کی تفصیل بہت طویل ہے جو کہ مشہور خاص وعام ہے ۔ اختصار کے پیشِ نظر یہاں درج نہیں کی جاتی ۔ لیکن اس کی اہمیت میں قاضی عیاض فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے فضائل میں معراج کی کرامت (معجزہ) بہت ہی اہمیت رکھتی ہے اور بہت سے فضائل کو شامل ہے ۔ مثلاً اللہ جل شانہ سے سرگوشی ، اللہ تعالیٰ شانہ کی زیارت ، انبیاء کرام کی امامت ، اور سدرۃ المنتہیٰ تک تشریف بری ۔ لَقَدۡ رَاٰی مِنۡ اٰیٰتِ رَبِّهِ الۡکُبۡرٰی ۔ کہ اس جگہ اللہ جل شانہ کی بڑی بڑی نشانیوں کی سیر ۔ یہ معراج کا قصہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات میں سے ہے ۔ اور اس قصہ میں جتنے درجاتِ رفیعہ جن پر قرآنِ پاک اور احادیثِ صحیحہ میں روشنی ڈالی گئی ہے یہ سب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات ہیں ۔

اسی طرح دیگر معجزات شق القمر وغیرہ بے شمار ہیں ۔ ایک قرآنِ پاک ہی کی ہر آیت مستقل معجزہ ہے ۔

نمبر ۱۱ منجملہ معجزات کے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا نبی امی ہونا ہے

نبیٔ امی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا خاص لقب ہے اور یہ لقب آپ کا توراۃ ، انجیل اور تمام آسمانی کتابوں میں ذکر کیا گیا ہے ۔ آپ کو نبیٔ اُمی کیوں کہا جاتا ہے ۔ اس میں علماء کے بہت سے اقوال ہیں مشہور قول یہ ہے کہ اُمّی اَن پڑھ کو کہتے ہیں جو کہ لکھنا پڑھنا نہ جانتا ہو ۔ اور یہ چونکہ اہم ترین معجزہ ہے کہ جو شخص لکھنا پڑھنا نہ جانتا ہو وہ ایسا فصیح و بلیغ قرآن پاک لوگوں کو پڑھائے ۔ غالباً اس معجزہ کی وجہ سے کتبِ سابقہ میں بھی اس لقب کو ذکر کیا گیا ہے ۔ ع

یتیمے کہ ناکردہ قرآں درست — کتب خانۂ چند ملت بشست

وہ یتیم کہ جس نے پڑھنا بھی نہ سیکھا ہو اس نے کتنے ہی مذہبوں کے کتب خانے دھو دئے ہیں یعنی منسوخ کر دئے۔ ع

نگارِ من کہ بمکتب نہ رفت وخط نہ نوشت — بغمزہ مسئلہ آموز صد مدرس شد

یعنی میرا محبوب جو کبھی مکتب نہیں گیا۔ لکھنا بھی نہیں سیکھا۔ وہ اپنے اشاروں سے سینکڑوں مدرسوں کا معلم بن گیا۔

۱۳ اللہ تعالیٰ اور فرشتوں کا آپ صلے اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنے کے استمرار کا اعزاز

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے اِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ۔ الآیہ۔ یعنی بے شک اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے رحمت بھیجتے ہیں اُن پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) پر۔

عربی دان حضرات جانتے ہیں کہ آیت شریفہ کو لفظ (اِنَّ) کے ساتھ شروع فرمایا جو نہایت تاکید پر دلالت کرتا ہے۔ اور صیغۂ مضارع کے ساتھ ذکر فرمایا جو استمرار اور دوام پر دلالت کرتا ہے یعنی یہ قطعی چیز ہے کہ اللہ تعالےٰ اور اس کے فرشتے ہمیشہ درود بھیجتے رہتے ہیں نبی (صلی اللہ علیہ وسلم) پر

علامہ سخاوی لکھتے ہیں کہ آیتِ شریفہ مضارع کے صیغہ کے ساتھ جو دلالت کرنے والا ہے استمرار اور دوام پر، دلالت کرتی ہے اس بات پر کہ اللہ تعالےٰ اور اس کے فرشتے ہمیشہ درود بھیجتے رہتے ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر۔

صاحبِ روح البیان لکھتے ہیں کہ بعض علماء نے لکھا ہے کہ اللہ کے درود بھیجنے کا مطلب حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو مقامِ محمود تک پہنچانا ہے اور وہ مقامِ شفاعت ہے۔ اور ملائکہ کے درود کا مطلب ان کی دُعا کرنا ہے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی زیادتیٔ مرتبہ کے لئے۔ اور حضور کی امت کے لئے استغفار کرنا ہے۔ اور مومنین کے درود کا مطلب حضورؐ کا اتباع اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ محبت اور حضور کے اوصافِ جمیلہ کا تذکرہ اور تعریف۔

اللہ تعالےٰ نے یہ اعزاز واکرام جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمایا ہے اس اعزاز سے بڑھا ہوا ہے جو حضرت آدم علی نبینا وعلیہ السلام کو فرشتوں سے سجدہ کرا کر عطا فرمایا تھا۔ اس لئے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اس اعزاز واکرام میں اللہ جل شانہٗ خود بھی شریک ہیں۔ بخلاف حضرت آدم کے اعزاز کے کہ وہاں صرف فرشتوں کو حکم فرمایا۔ ع

یصلی علیہ اللہ جل جلالہٗ بھذا ابد اللعالمین کمالہٗ

یعنی آپ پر تو خود اللہ تعالیٰ جل جلالہ درود بھیجتے ہیں۔ اس سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا شرف وکمال تمام جہان والوں پر ظاہر ہوتا ہے۔

۱۳: اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب و محبوب کی غایت شرافت کیوجہ سے نام لیکر نہیں خطاب کیا

علماء نے لکھا ہے کہ آیتِ شریفہ مذکورہ ۱۲ میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نبی کے لفظ کے ساتھ تعبیر کیا، محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے لفظ سے تعبیر نہیں کیا۔ دیگر مقامات پر بھی رسول اور دیگر القاب سے پکارا۔ جب کہ اور انبیاء کو ان کے اسماء کے ساتھ ذکر فرمایا ہے جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی غایتِ عظمت اور رعایتِ شرافت کی وجہ سے ہے۔ اور ایک جگہ جب حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر حضرت ابراہیم علیٰ نبینا وعلیہ السلام کے ساتھ آیا تو ان کو تو ان کے نام کے ساتھ ذکر کیا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نبی کے لفظ کے ساتھ۔ جیسا کہ "اِنَّ اَوْلَی النَّاسِ بِاِبْرٰھِیْمَ لَلَّذِیْنَ اتَّبَعُوْہُ وَھٰذَا النَّبِیُّ" میں ہے اور جہاں کہیں نام مبارک لیا گیا وہ خصوصی مصلحت کی وجہ سے لیا گیا ہے۔ علامہ سخاوی رحؒ نے اس مضمون کو تفصیل سے لکھا ہے۔ (فضائل درود)

۱۴: مومنین کو آپ صلے اللہ علیہ وسلم کا نام لیکر خطاب کرنے سے منع فرما دیا

اللہ جل شانہٗ کا ارشاد ہے۔ "لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَیْنَکُمْ کَدُعَآءِ بَعْضِکُمْ بَعْضًا" یعنی جب تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے مخاطب ہو تو عام لوگوں کی طرح آپ کا نام لیکر یا محمد نہ کہو کہ بے ادبی ہے۔ بلکہ تعظیمی القاب کے ساتھ یا رسول اللہ، یا نبی اللہ وغیرہ کہا کرو۔

اس کا حاصل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم و توقیر کا مسلمانوں پر واجب ہونا ہے۔ چنانچہ آخر آیت میں اس پر متنبہ کیا گیا ہے کہ اس کے خلاف کوئی کام بے ادبی کا کیا گیا۔ (مثلاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے زور سے بولنا وغیرہ) تو سارے اعمال حبط اور برباد ہو جائیں گے۔ بہت ہی سخت وعید ہے۔

۱۵: حضرت جبرئیل علیہ السلام کا بیان

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کمالات وخصائص کے بہت تھوڑے نمونے ایسے ذکر کئے گئے جن سے سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم کی قدر ومنزلت اور شان اللہ جل شانہٗ کے یہاں ظاہر ہوتی ہے۔ ایسے حبیب ومحبوب فخر عالم سید الانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالےٰ نے جو ذاتی اخلاقِ فاضلہ اور محاسنِ جمیلہ عطا فرمائے ہیں مثلاً عدل وانصاف، جرأت وشجاعت، قناعت وتواضع، عفو وکرم اور زہد فی الدنیا وغیرہ جن میں دیگر انبیاءِ کرام بھی شریک ہیں لیکن سیرت مبارکہ کے واقعات شاہد ہیں کہ ان فضائل میں کمال کا درجہ آپ ہی کا حصہ ہے کوئی آپ کے برابر نہیں۔ باری تعالیٰ کا ارشاد ہے " وَاِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ " یعنی آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) اخلاق کے اعلیٰ پیمانہ پر ہیں۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ آپ کا خلق خود قرآن ہے۔ یعنی آپ کے اخلاق تو بالکل موافقِ قرآن تھے۔

رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وجود باجود میں حق تعالےٰ نے تمام ہی اخلاقِ فاضلہ بدرجۂ کمال جمع فرمادئے تھے۔ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا " بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَكَارِمَ الْاَخْلَاقِ " یعنی مجھے اس کام کے لئے بھیجا گیا ہے کہ میں اعلیٰ اخلاق کی تکمیل کروں (ماخوذ از معارف القرآن)

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتی ہیں اور آپ جبرئیل علیہ السلام سے حکایت فرماتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ میں تمام مشارق ومغارب میں پھرا سو میں نے کوئی شخص محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل نہیں دیکھا۔ اور نہ کوئی خاندان بنی ہاشم سے افضل دیکھا ؎

آفاقہا گردیدہ ام . مہرِ بتاں ورزیدہ ام   بسیار خوباں دیدہ ام لیکن تو چیزے دیگری

(نشر الطیب)

مِنَ الْقَصِيْدَةِ

مُحَمَّدٌ سَيِّدُ الْكَوْنَيْنِ وَالثَّقَلَيْنِ   وَالْفَرِيْقَيْنِ مِنْ عَرَبٍ وَّمِنْ عَجَمٍ

آپ اسم بامسمّٰی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں جو سردار ہیں دنیا وآخرت کے جن وانس کے۔ اور ہر دو فریق عرب وعجم کے۔

فَانْسُبْ اِلٰى ذَاتِهٖ مَا شِئْتَ مِنْ شَرَفٍ   وَانْسُبْ اِلٰى قَدْرِهٖ مَا شِئْتَ مِنْ عِظَمٍ

آپ کی ذاتِ بابرکات کی طرف جو خوبیاں (باستثناءِ مرتبۂ الوہیت) تو چاہے، منسوب کردے وہ سب

قابلِ تسلیم ہوں گی۔ اور آپ کی قدرِ عظیم کی طرف جو بڑائیاں تو چاہے نسبت کردے، سب صحیح ہوں گی۔

فَاِنَّ فَضْلَ رَسُوْلِ اللّٰہِ لَیْسَ لَہٗ حَدٌّ　　فَیُعْرِبَ عَنْہُ نَاطِقٌ بِفَمٖ

کیونکہ حضرت رسالت پناہ کے فضل کی کوئی حد و نہایت نہیں ہے، کہ کوئی بیان کرنے والا ان کو بذریعہ اپنی زبان کے بیان کرسکے

فَمَبْلَغُ الْعِلْمِ فِیْہِ اَنَّہٗ بَشَرٌ　　وَاَنَّہٗ خَیْرُ خَلْقِ اللّٰہِ کُلِّہِمٖ

پس نہایت ہمارے فہم اور علم کی یہ ہے کہ آپ بشر عظیم القدر ہیں اور یہ کہ آپ تمام خلق اللہ انسان و ملائکہ وغیرہ سے بہتر ہیں

یَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّہِمٖ

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نور کو اللہ تعالیٰ نے اپنے نور کے فیض سے ساری مخلوق سے پہلے پیدا فرمایا پھر ساری کائنات کو آپ ہی کے لئے آپ ہی کے نور سے پیدا فرمایا۔ آپؐ اول الخلق، سید الخلائق، افضل الخلق، احب الخلق الی اللہ، اکرم الخلق، مستغاث الخلق، لولاک لما خلقت الافلاک کے مصداق ہیں۔ تفصیل مع حدیثیں "العطور المجموعہ" میں ملاحظہ فرمائیں۔

حشر کے دن شفاعتِ کبریٰ اور مقامِ محمود کی جو تفصیلات آئی ہیں ان کو حضرت امیر مینائیؒ نے مندرجہ ذیل نعت شریف میں بیان فرمایا ہے۔

حشر کے دن رتبۂ والائے سرور دیکھنا　　زیرِ پا اورنگِ شاہی چتر سر پر دیکھنا
زیرِ منبر انبیا و اولیا و اتقیا　　جلوہ فرما ہوں گے، وہ بالائے منبر دیکھنا
امتیں جتنی ہیں سب کو بخشوائیں گے نبی　　ملتجی ہوں گے انہی سے سب پیمبر دیکھنا
جلوہ گر ہوگی کسی جانب کو جنت کی بہار　　موجزن ہوگا کسی جانب کو کوثر دیکھنا
لب کھلیں گے جس گھڑی بہرِ شفاعت آپ کے　　ساتھ ہی ہوں گے کشادہ خلد کے در دیکھنا
نامۂ اعمالِ امت سادہ ہو جائینگے سب　　ابرِ رحمت روزِ محشر ہوگا سر پر دیکھنا
آپ کی مرضی سے ہوگا سارے عالم کا حساب　　آپ کے قبضے میں ہوگا سارا دفتر دیکھنا

خدمتِ والا میں حاضر ہوگا جب اس دن امیر
چشمِ رحمت سے اُسے اے گل کے داور دیکھنا

محبّت اور تعلق کی قسمیں

محبّت اور اپنے ہونے کا مطلب جو کچھ بشارتیں اور امیدیں مختصر بیان ہو چکیں۔ اور ان کی تفصیل اور بھی زیادہ ہے، ان کے مطابق حُسنِ ظن رکھنا چاہیئے۔ یہ حُسنِ ظن یقین کی طرح پکا ہونا چاہیئے کیونکہ ایک حدیث قدسی میں اللہ پاک کا ارشاد ہے۔ انا عند ظنّ عبدی بی فلیظن بی ما شاء۔ یعنی میں اپنے بندے کے ظن کے مطابق معاملہ کرتا ہوں اس لئے جیسا چاہے میرے ساتھ ظن کرے۔

اس سچے وعدے کی بنا پر بندے کو اختیار ہے کہ اپنی خستہ حالی اور گناہوں کے باوجود اپنے لئے جنت الفردوس مانگے، بلاحساب کتاب جنت مانگے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت کی امید رکھ لے سب درست ہے۔ ان شاء اللہ اللہ پاک اسی طرح کر دیں گے۔

یہاں ظن کے بجائے یقین کا لفظ اس لئے نہیں لکھا جاتا کہ اللہ تعالےٰ ہمارے دلوں کے بھید سے خوب واقف ہیں۔ کسی کو بعض اوقات اپنی سچی محبت اور اپنے تعلق کے متعلق دھوکہ بھی ہو سکتا ہے۔ بعض لوگ اپنی منافقت اور بے تعلقی کو اپنا تعلق اور محبت سمجھ لیتے ہیں۔ آخرت میں یہ سب راز کھل جائیں گے۔ اس لئے آدمی کو ڈرتے رہنا چاہیئے۔

یہاں ہم اللہ سے تعلق کے درجے اور محبت کی سچائی کی کچھ علامات لکھتے ہیں تاکہ سچائی کی علامت کو اپنے اندر پیدا کرنے کی کوشش کرتے رہیں۔ اور مانگتے رہیں۔ پھر تو بشارتوں پر امید رکھنا صحیح ہوگا ورنہ جھوٹی امیدیں جن کو صرف تمنا کہا جاتا ہے جس پر کوئی بشارت اور کوئی وعدہ نہیں۔ یہ تمنا منافق لوگ بھی کرتے ہیں جو کہ ایک قسم کا مذاق ہے اور اس پر وعیدیں آئی ہیں۔

۱۔ سچی مگر بیمار محبت یہ بھی ممکن ہے کہ کوئی شخص اپنی محبت میں سچا ہو مگر اس کی محبت محض تعریف اور ثنا خوانی تک محدود ہو اور اس کے اعمال خراب ہوں۔ ایسی صورت میں آدمی شرمندہ ہوتا ہے اور اپنے آپ کو قصور وار سمجھتا ہے۔ بار بار توبہ کرتا ہے، ڈرتا ہے۔ لیکن محبت اور تعلق کی بنا پر امیدیں بھی رکھتا ہے۔ یہ سچی محبت ہے اگرچہ کمزور اور بیمار ہے۔ اس میں خطرہ ہوتا ہے کہ تعلق اور محبت خدانخواستہ کبھی ٹوٹ جائے۔ یعنی خاتمہ ایمان پر نہ ہو۔ اور خاتمہ ہی کا اعتبار ہے۔ اگر ایمان پر خاتمہ نہ ہوا تو نہ کوئی شفاعت ہے نہ بخشش کی امید ہے نہ اس کی تلافی کی صورت ہے۔ گناہوں کے ساتھ اس محبت کے معتبر اور سچّے ہونے کی شرائط میں اکثر لوگوں کو مغالطہ لگ جاتا

ہے۔ اس لئے اس کی سچائی کی نوعیت کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہیئے۔ کہ بعض لوگوں کی طبیعت کمزور ہوتی ہے، ان کو بزرگوں کی صحبت حاصل نہیں ہوتی۔ ذکر اللہ سے غفلت ہوتی ہے اور وہ دنیا داری میں بہت مشغول ہوتے ہیں۔ اس لئے شیطان کا غلبہ جلد ہو جاتا ہے۔ دوسری طرف نفس گناہوں کا خوگر ہوتا ہے۔ باوجود بار بار توبہ کرنے اور پشیمان ہونے کے ان سے گناہ نہیں چھوٹتے۔ اور وہ فرائض اور اعمال صالحہ باوجود خواہش کے نہیں کر سکتے۔ بعض دولتمند غلط معاشرے میں دبے ہوئے ہوتے ہیں اور وقتی طور پر جذبات یا خوف یا وہمی لالچ، حسد، بغض، جملہ باطنی رذائل، شہوات وغیرہ کے غلبہ اور غفلت کی وجہ سے اُن سے گناہ سرزد ہوتے رہتے ہیں۔ لیکن اندرونی طور پر وہ اپنی حالت پر پشیمان ہوتے ہیں اور بار بار توبہ کرتے ہیں اور ڈرتے رہتے ہیں۔ اور گناہوں پر اطمینان سے جمے نہیں رہتے۔ ساتھ ہی محبت کا اظہار بھی کرتے ہیں۔ جس میں کچھ اعمال تو حرفِ مدح وثنا وغیرہ زبان سے تعلق رکھتے ہیں اور کچھ محبت والے ایسے اعمال بھی کرتے ہیں جن سے ان کے نفس کو کوئی تکلیف نہیں ہوتی۔ مثلاً خیرات کرنا، بزرگوں اور اولیاء اللہ کی تعظیم کرنا۔ مختلف ناموں سے ذکر مبارک اور دینی مجالس اور دینی تقریبات قائم کر کے خوشی منا لینا وغیرہ وغیرہ۔ ان کی محبّت کو جھوٹا نہیں کہا جا سکتا۔ البتہ ان کی محبت کمزور اور بیمار ہوتی ہے۔ جس کی اصلاح کی ضرورت ہے۔ اِنہی رِند قسم کے لوگوں کی محبت بعض موقعوں پر یہاں تک رنگ دکھاتی ہے کہ جان کی بازی لگا دیتے ہیں۔ جبکہ ہر وقت تقوٰے تقوٰی پکارنے والے منافقت شعار پارسا تاویلیں کر کے اپنی جان بچا لیتے ہیں۔

گناہ آئینۂ عفو و رحمت است اے دوست   مبیں بچشمِ حقارت گناہ گاراں را

راقم الحروف کی تحریروں میں اکثر جگہ پارساؤں کے متعلق جو منافقت اور بیزاری کے الفاظ آئے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ منافقت اور کھوٹا پن ہمیشہ اعلیٰ اور قیمتی چیز میں ہوتا ہے۔ اخلاق اور تقوٰی کا بہت بڑا درجہ ہے۔ ظاہر ہے کہ ٹھنڈے میٹھے خوشبودار شربت کا گلاس جس میں تھوڑا سا سنکھیا ملا ہوا ہو اس سے ناپاک شراب کا گلاس بہتر ہے۔

محبت کے جھوٹے دعویدار | محبت کا زبانی اظہار کرنے والوں میں مذکورہ بالا قصور وار پشیمان گنہگار توبہ کرنے والوں لیکن گناہوں سے نہ بچ سکنے والوں کے برخلاف ایک قسم ایسی بھی ہے جو محبت کا محض جھوٹا دعوٰی کرتے ہیں جس میں رتی بھر محبت نہیں ہوتی۔ یہ لوگ بے فکر ہو کر اللہ جل شانہٗ اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے احکامات کی صریحاً خلاف ورزی اور اللہ تعالےٰ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو جن کاموں سے نفرت ہے اور جن کی ممانعت آئی ہے ان کو بلا تکلف

نڈر ہو کر کرتے ہیں۔ اپنی شکل وصورت میں دشمنوں کے فیشن اختیار کرتے ہیں۔ متکبرانہ، باغیانہ، کفریہ حالت کے ساتھ محبت کے دعوے بالکل جھوٹے اور بے کار ہیں۔ کیونکہ بغاوت اور قصور دو الگ الگ چیزیں ہیں۔ بغاوت معاف نہیں ہوتی، قصور معاف کیا جاتا ہے جس کو ادنیٰ عقل والا بھی سمجھ سکتا ہے۔

۲۔ سچی اور پکی محبت وہ ہے جس میں کامل اتباعِ سنت اور اللہ جل شانہٗ اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی منع کردہ باتوں سے پورا پورا اجتناب کرنے کی کوشش، اور کوتاہی ہونے پر توبہ کرتے رہنا، اور اس حالت میں ڈرتے بھی رہنا اور پوری پوری امیدیں بھی رکھنا اور اس کے ساتھ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم، ادب اور مدح وثنا میں رطب اللسان رہنا، اور اس سلسلے میں مجالس قائم کرنا اور خوشیاں منانا۔ چاہے اس کو میلاد شریف کا نام دیں یا جلسۂ سیرت پاک یا مجالس ذکر و درودِ پاک یا نعت اور قصیدہ خوانی کا نام دیں، یہ سچا تعلق اور پائیدار محبت کہلاتی ہے۔ اِن شاء اللہ اس کے ٹوٹنے کا خطرہ نہیں ہوتا۔ اور اللہ کے فضل سے ایمان پر خاتمہ ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق دے اور ہم سب کا ایمانِ کامل پر خاتمہ ہو۔ آمین۔

سچی محبت کی باقی علامات، اور سچے حسنِ ظن کی تفسیر" العطور المجموعۃ" یا رسالہ" محبت" میں ملاحظہ فرمائیں۔

۳۔ نہایت خطرناک نفاق کی حالت کیونکہ نفاق کی حالت قلبی ہے اور پوشیدہ ہے۔ اس لئے اس پر ظاہر شریعت میں کوئی فتویٰ تو لگ نہیں سکتا۔ لیکن جب بھیدوں کے کھلنے کا وقت آئے گا اس وقت اس کی حقیقت ظاہر ہو جائے گی۔ اہلِ نفاق کی سزا کفار و مشرکین سے زیادہ ہوگی یا اگر ان میں سے کسی کے دل میں ایمان کا کوئی ذرہ کسی گوشہ میں باقی ہوگا تو اس کو زانی اور شرابی کبیرہ گناہ کرنے والے سے پہلے جہنم میں ڈال کے پاک کیا جائے گا۔ یہ تو ضابطے کی باتیں ہیں۔ باقی کسی کے ساتھ کیا معاملہ ہوگا اس کے متعلق یا کسی بھی اچھے یا بُرے کے متعلق کسی کو کوئی رائے قائم کرنے کا حق نہیں۔ یہ صرف تنبیہ کے لئے لکھا جاتا ہے۔ لکھنے والوں، پڑھنے والوں سب ہی کو ڈرنے کی ضرورت ہے۔ کیونکہ اس حالت میں بڑوں بڑوں کو مغالطہ لگ جاتا ہے۔ اس حالت والے بہت سے اچھے اچھے اعمال کرتے ہیں جن میں اپنی بڑائی اور دکھاوے کا غیر محسوس زہر غیر شعوری طور پر مل جاتا ہے جو کہ ان کے نیک اعمال کو بڑے سے بڑے گناہوں سے بدتر بنا دیتا ہے۔

بڑے بڑے گناہوں کی معافی بلکہ گناہوں کی نیکیوں سے بدل جانے کی سچی بشارتیں تو گذر

چکیں لیکن تکبر کے متعلق حدیثِ پاک میں آیا ہے کہ اس کا ایک ذرہ بھی جنت میں داخل کئے جانے سے مانع ہو جائے گا۔ اسی طرح ظاہری نیک اعمال کرنے والے منافق کے متعلق سب کو معلوم ہے کہ وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لئے دوزخ کے سب سے نچلے خطرناک طبقے میں ہوں گے۔ یہ منافقت محبت اور توحید وایمان کے مقابلے میں ہے۔ ایسے صورتاً نیک اعمال کرنے والے بعض احکامِ شرعیہ کا جو ان کے نفس کے خلاف ہوں، ظاہراً یا باطناً انکار کر دیتے ہیں اور ان کا مذاق بھی اڑاتے ہیں۔ جس کا کفر ہونا ظاہر ہے۔ ہم یہاں تفصیل نہیں لکھتے اور نہ اس مبارک ماہ میں ان مبارک اوقات میں لکھنے کو جی چاہتا ہے۔ صرف نفاق کا خطرناک ہونا ظاہر کر دیا۔ چونکہ ہر شخص کا اپنا ذاتی مسئلہ ہے اور خطرناک ہے اس میں مغالطہ میں پڑنے کا سخت خطرہ ہے جس مغالطہ کا موت کے بعد کوئی علاج ہی ممکن نہ ہوگا اس لئے محبت اور منافقت کے حدود اور اس کی علامات کو اچھی طرح علماء سے سمجھ لینا چاہیئے۔ اس سلسلہ میں بزرگوں کے ارشادات بندہ نے رسالہ "اتم الامراض" میں جمع کئے ہیں۔ اس رسالے کے علاوہ بندہ کی تالیفات رسالہ محبت کے اشارے اور "العطور المجموعہ" کا مطالعہ بھی ان شاء اللہ نفع سے خالی نہ ہوگا۔ اصل مؤثر چیز تو بزرگوں کی صحبت اور ان سے تعلق رکھنا ہے جس سے قلب میں نور آتا ہے اور سب باتیں آسانی سے سمجھ میں آجاتی ہیں اور عمل کی توفیق ہوتی ہے۔ محض مطالعہ کافی نہیں ہوتا۔

محبتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ادنیٰ درجہ اور اسکے عدم کا عبرتناک انجام

کتاب و سنت سے ثابت ہے کہ ایمان کے لئے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا سب سے بڑھ کر ہونا لازمی ہے ورنہ ایمان نہیں۔ محبت اگر کسی چیز سے کم ہو تو سزا کی وعید ہے۔ جب کسی مومن میں اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے ساتھ اس محبت کی سچائی اور کمال کی علامت اتباعِ سنت بھی ہو تو اس کا اس قدر اعلیٰ درجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس شخص کو اپنا محبوب بنا لیتے ہیں اور اس کے گناہ بھی معاف کر دیتے ہیں جیسا کہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔

"قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ"

لیکن اگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کے ساتھ ساتھ کسی کے اعمال خراب ہوں، تو ان اعمالِ بد کا خمیازہ اور ان کی سزا دنیا اور آخرت میں بھگتنے کے بعد یہ محبت ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اس گناہ گار اور بدعمل کو جنت میں داخل کرائے گی۔ کیونکہ اس شخص میں کوئی درجہ ایمان کا موجود ہے۔

اور ذرہ بھر ایمان رکھنے والا بھی دوزخ میں نہیں رہے گا۔ اور جو بدعمل گناہ گار نادم ہوگا اور توبہ کرتا رہے گا وہ ان شاءاللہ دنیا اور آخرت میں سزا سے بھی بچا رہے گا۔ گویا محبت کا بغیر اعمالِ صالحہ اور گناہوں کے باوجود بہت عظیم فائدہ ہے۔

اور بغیر محبت کے اگر کوئی شخص پورے ارکانِ اسلام پر پوری طرح سے عمل کرتا ہو۔ مثلاً چہرے پر ڈاڑھی ہو، نماز روزہ کا پابند ہو، کاروبار حلال طریقہ پر کرتا ہو، جھوٹ، غیبت، چوری، زنا، ظلم، شراب وغیرہ سے بچتا ہو، اور شریفانہ اچھے انسانی اخلاق رکھتا ہو۔ تو اس کی یہ ساری خوبیاں دینِ اسلام کے لحاظ سے کالعدم ہیں۔ ان خوبیوں کا اسے دنیا میں فائدہ پہنچے گا، لوگ بھی اس کو اچھا سمجھیں گے، لیکن آخرت میں ان کا کوئی وزن اور اعتبار نہیں ہوگا۔ کیونکہ محبت نہیں تو ایمان بھی نہیں۔ اور تمام اعمال کی قبولیت اور ان کا اعتبار ایمان پر ہے۔ بُری اور گندی باتوں سے بچنے والا یہ شخص متقی بھی نہیں کہلائے گا۔ کیونکہ بُری باتوں سے اچھی طبیعت والے غیر مسلم بھی بچتے ہیں اسی طرح شریعت کے مطابق عادات اور نیک اعمال منافق بھی کرتے ہیں جو کہ دنیا میں صالح کہلاتے ہیں اور آخرت میں ان کا حال کفار سے بدتر ہونا سب کو معلوم ہے۔ کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے "اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ فِي الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ" لہٰذا اپنی ظاہری اصلاحِ اعمال کے ساتھ ساتھ اہم اور قابلِ فکر کام رسولِ پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا پیدا کرنا ہے۔ اس کی کمی کے اسباب کو دور کرنا ہے۔ اور زیادتی کے اسباب کو اختیار کرنا ہے۔ خصوصاً آجکل محبت کے اسباب کی غیروں کی طرف سے طرح طرح کے حیلے بہانوں سے مخالفت ہو رہی ہے۔ اس لئے جو خوش قسمت اس سلسلے میں کوشش کرے گا ان شاءاللہ اس کے لئے اللہ تعالےٰ سے بڑے اجر اور فلاحِ دارین کی امید ہے۔

عشّاق کے لئے ایک خاص تحفہ

نیک اور افضل اعمال اور اوراد اور وظائف کرنے والے خصوصاً درود شریف سے شغف رکھنے والے حضرات کو معلوم ہے کہ علمائے کرام و اولیائے عظام اور عارفین سے درودِ پاک کے صدہا صیغے اور کئی مجموعے منقول ہیں۔ "دلائل الخیرات" بھی اس کا ایک نمونہ ہے جو ہمارے مشائخ کے معمولات میں ہے۔ اسی طرح "درودِ تنجینا" "درودِ ناریہ" "درودِ کبریتِ احمر" "درودِ فتحیہ" وغیرہ بے شمار ناموں سے اور ترکیبوں سے طویل اور مختصر درودِ پاک لکھے گئے ہیں۔ ان اولیاءاللہ

کے مرتب کردہ اور معمول بہا صیغوں کے متعلق بے شمار بشارتوں اور خواص کا ظہور ہوتا ہے۔ اور یہ سلسلہ حضرات صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے چلا آرہا ہے۔ اس سلسلہ میں دو مجموعے راقم الحروف کے بھی ہیں۔ ایک کا نام "شفاء الاسقام" اور دوسرے کا نام "مقبول وسیلہ" ہے۔ درود شریف کے ان معمول بہا صیغوں میں بعض کی اسناد منامی بھی ہیں۔ جہاں تک فضائل اور ثواب کا تعلق ہے اس کے لئے تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہونا ضروری ہے۔ کیونکہ ثواب کا بتانا وحی سے تعلق رکھتا ہے۔ اس لئے اگر کسی عمل کے متعلق کوئی ثواب کے طور پر فضیلت منقول ہو تو وہ بھی حکماً حدیث مرفوع کہلائے گی یعنی یہ سمجھا جائے گا کہ صحابی کو یہ ثواب خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے براہِ راست یا واسطوں کے ذریعہ معلوم ہوا ہوگا یا کم از کم منامی بشارت ہوگی جس کا درجہ خواب کا ہی ہوگا۔

دوسری چیز مختلف صیغوں کے خواص اور بشارتیں ہیں جن کی بنا ر اولیاء اللہ کے ارشادات ان کی زبان مبارک کی برکت اور تجربہ ہے جس سے ہم لوگوں کو ضرور مستفید ہونا چاہیئے۔

تیسری بات یہ قابلِ غور ہے کہ درود شریف کے بعض صیغے جو صحیح حدیثوں میں خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمائے ہیں اور ہر خاص و عام کو معلوم ہیں، جن کے متعلق متفقہ طور پر سارے علماءِ کرام اور سارے مشائخ کا ارشاد ہے کہ یہ درود جو زبانِ مبارک سے تلقین ہوئے ہیں، یہ صیغے تمام صیغوں سے افضل ہیں اور یہ الفاظ بابرکت ہیں، ان کے پڑھنے سے حدیثِ پاک کی تلاوت کا ثواب اور برکت بھی حاصل ہوتی ہے۔ یہ صیغے الفاظ کی معمولی کمی بیشی کے ساتھ زیادہ تر درودِ ابراہیمی ہیں۔ انہی میں سے جو درود ہمارے یہاں نماز میں پڑھا جاتا ہے، اس کو الفاظ اور سند کے لحاظ سے علماءِ کرام نے سب سے افضل بتایا ہے۔ قطب عالم حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب قدس سرہ اپنے رسالہ فضائلِ درود شریف میں لکھتے ہیں" یہ درود سب سے افضل ہے۔ امام نووی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب "روضہ" میں تو یہاں تک لکھ دیا ہے کہ اگر کوئی شخص یہ قسم کھا بیٹھے کہ میں سب سے افضل درود پڑھوں گا تو اس درود کے پڑھنے سے اس کی قسم پوری ہو جائے گی۔ اور "حصن حصین" کے حاشیہ پر" حرز ثمین" سے نقل کیا ہے کہ یہ درود شریف سب سے زیادہ صحیح ہے اور سب سے زیادہ افضل ہے نماز میں اور بغیر نماز کے اسی کا اہتمام کرنا چاہیئے" اس کے باوجود علماء اور بزرگوں نے اپنے طور پر خواہ منامی بشارت کی وجہ سے یا اپنے نورِ قلب اور نورِ فہم کی روشنی میں اور تجربات کی بنا پر درود شریف کے مختلف صیغے کیوں لکھے ہیں؟ عرصہ سے بندہ

اس مسئلہ کو سوچتا رہا۔ حضرت شیخ کی حیاتِ مبارکہ میں پوچھنے کی نوبت نہیں آئی۔ اب دو باتیں ذہن میں آئی ہیں اگر صحیح ہوں تو اللہ پاک کا کرم اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی توجہات کی وجہ سے ہے۔ اور اگر خطا ہو تو میری طرف سے ہے۔ اللہ تعالیٰ معاف فرمائیے۔ واللہ اعلم بالصواب وعلمہٗ اتم۔

کہاں میں اور کہاں یہ نگہت گل نسیم صبح تیری مہربانی

پہلی وجہ تو یہ ہے کہ عقیدت، محبت اور عشق کا تقاضا ہے کہ متنوع اور اچھوتے الفاظ سے درودِ پاک کا نذرانہ پیش کیا جائے۔ مثال کے طور پر یوں سمجھیئے کہ ماں اگر اپنے بیٹے سے یوں کہے "تو میرا بیٹا ہے" تو اس میں بھی اظہارِ محبت ہے۔ لیکن محبت کے جذبے سے سرشار ماں کو اس وقت تک تسکین نہیں ہوتی جب تک وہ اپنے بیٹے کو پیار کے مختلف ناموں سے نہ پکارے۔ وہ کہتی ہے تو میرا چاند ہے تو پھول ہے، تو ہیرا ہے، تو سونا ہے، تو دل ہے، تو جگر ہے وغیرہ وغیرہ۔ اگرچہ یہ سب چیزیں بیٹے سے بہت ادنیٰ ہیں۔ اس لئے کہ ماں کے لئے بیٹے کے مقابلے میں کسی چیز کی اہمیت نہیں مگر پیار کی ترنگ میں ماں کو کچھ یوں ہی کہنے میں قرار آتا ہے۔ کچھ اس سے فزوں تر ان عشاق کے جذبات ہوتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے درود شریف بھیجنے کے حکم کی روح پر در تعمیل ہیں اور پیارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کے اظہار میں جو محبوب رب العالمین ہیں، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے احترام و اکرام اور تعظیم کے مناسب، اور آپ کے حقوق واحسانات کے عوض بقدر آپ کے حسن وجمال وکمال جن کا بیان انسان سے کماحقہ ممکن ہی نہیں، جہاں تک ان کے نطق کی رسائی ہو، اور جہاں تک ان کی فصاحت ان کے کیف واہتزاز کا ساتھ دے، مترنم، مترادف اور متنوع الفاظ کے گوہر آبدار اس شاہ خوباں پر نثار کرتے ہیں۔

دوسری وجہ جو بندہ نے عارفین کے ارشادات سے سمجھی ہے وہ یہ ہے کہ ساری مخلوقات کا وجود اور اس کی تربیت کا تعلق اور ان پر فیضانِ الٰہی اللہ تعالیٰ کے اسماء کے ذریعہ ہوتا ہے۔ ہر اسمِ مبارک کا اثر جدا ہے۔ ان اسماءِ پاک کے اثرات کا تحمل براہ راست کسی مخلوق میں نہیں ہے بجز اللہ پاک کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس کے۔ پہلے سب تجلیاتِ اسماء کا ورود عطایائے خداوندی کا نزول اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم پر ہوتا ہے۔ اور وہ ہر قسم کے عطیاتِ الٰہی قبول فرماتے ہیں۔ پھر وہاں سے یہ عطایا حسبِ مقدور و استعداد تقسیم ہوتے ہیں۔ شاید اس ارشاد کا بھی مطلب ہو کہ " اِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ وَ اللّٰہُ یُعْطِی " یعنی بے شک میں تو تقسیم کرنے والا ہوں اور اللہ تعالیٰ عطا فرمانے والے ہیں۔

قدر و منزلتِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں حافظ ابن قیم کا ارشاد

جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اِفتقار الی اللہ کے مقام (عبدیتِ کاملہ) کو مکمل کر لیا تو اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوق کو دنیا اور آخرت میں آپ کا محتاج بنا دیا۔ دنیا میں آپ کی محتاجگی تو کھانے پینے اور سانس لینے جیسی چیزوں سے بھی زیادہ ہے کہ جن پر دنیوی زندگی موقوف ہے۔ؔ

اور آخرت میں مخلوق کو آپ کی محتاجگی اس طرح سے ہوگی کہ میدانِ حشر میں اس کی ہولناکیوں سے پریشان ہو کر سب لوگ دوسرے انبیاء اور رسولوں کے پاس سفارش کی درخواست لے کر جائیں گے تاکہ نجات دلوائیں۔ مگر ہر نبی اس سے کترائے گا (عذر کرے گا) اور وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہوں گے جو سب کی شفاعت فرمائیں گے (حتّٰی کہ اس شفاعت سے تمام انبیاء علیہم السلام بھی مستفید ہوں گے) اور آپ ہی جنت کا دروازہ کھلوائیں گے۔ اھ (الفوائد لابن قیم صفحہ ۳۔۱۷۔ اور یہ مضمون احادیثِ صحیحہ میں ہے) ؎

هُوَ الْحَبِيْبُ الَّذِيْ تُرْجٰى شَفَاعَتُهٗ ❊ لِكُلِّ هَوْلٍ مِّنَ الْاَهْوَالِ مُقْتَحِمِ

ایسی عظیم القدر محبوب ذات کو مبعوث فرما کر اللہ تعالیٰ نے مومنین پر احسان جتلایا چنانچہ ارشاد ہے۔ لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ یعنی اللہ تعالیٰ نے احسان کیا مومنین پر جو بھیجا ان میں رسول ان ہی میں کا۔

ساری مخلوق اور اس میں افضل الخلق انسان کو اللہ تعالیٰ نے ہر لحاظ سے محتاج در محتاج بنایا۔ یہ اپنے وجود اور اپنی ضروریات کے پورا ہونے میں اللہ تعالیٰ کا ہر وقت محتاج ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت سے اس عالم کو دارالاسباب بنایا۔ اور اپنی عطایا کو اسباب کے ظاہری اور مخفی پردوں میں رکھا اور بندوں پر بے مانگے اسباب اور ذرائع کے پردے میں انعامات جو اس کے لئے مقدر کر دیئے گئے ہیں، برستے رہتے ہیں۔ مگر بندگی کا تقاضا بھی ہے اور اس کا حکم بھی کہ اپنی حاجات اس سے مانگی جائیں۔ یہی مانگنا دعا ہے جس کو عبادت کا مغز فرمایا گیا ہے۔ اور عبادت

ؔ یعنی دنیا میں مومنین کو ایمان، اسلام اور اللہ کی رضا و محبت آپ ہی کے واسطے سے حاصل ہوتے ہیں اور دیگر سارے عالم کی محتاجگی اس طرح سے ہے کہ سارے عالم کی روح جو ذکر اللہ ہے وہ قیامت تک آپ ہی کے دم قدم سے قائم ہے کیونکہ حدیث پاک میں آیا ہے کہ جب دنیا میں اللہ اللہ کہنے والا کوئی نہ رہے گا تو ساری مخلوق ختم کر دی جائے گی اسی طرح سے مخلوق کی ساری ضروریات کا تکفل اور اللہ کی عطایا اور ہر خیر و خوبی کے حصول میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا واسطہ ہے۔ جیسا کہ ارشاد نبوی ہے۔ انما انا قاسم واللہ یعطی۔

ہی کے لئے بندوں کی تخلیق ہوئی ہے۔

اللہ تعالیٰ سے مانگنے اور دعائیں کرنے میں اللہ تعالیٰ کو ان ہی اسمار سے پکارا جاتا ہے جن کا تعلق اپنی حاجت سے ہوتا ہے۔ مثلاً رزق مانگتے وقت یَا وَھَّابُ، یَا رَزَّاقُ، اور بیماری کی حالت میں یَا شَافِیُ، یَا سَلَامُ وغیرہ اسمار سے خطاب کیا جاتا ہے۔ ایسے ہی درودِ پاک میں نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کے ان اسمارِ مبارکہ کا ذکر کیا جاتا ہے جو کہ بطور آئینہ اسمار الٰہیہ کے مقابل ہوتے ہیں۔ اور درودِ پاک کا وِرد طلبِ حاجات میں بطور توسل کیا جاتا ہے جو یقینی قبول ہے۔ اور اس کے اثرات ظاہر ہوتے ہیں۔

اپنی دینی و دنیوی، مادی اور روحانی تمام حاجات کے لئے جائز اسباب کا وسیلہ اختیار کرنا کہیں فرض، کہیں واجب، کہیں سنت اور کہیں مباح ہے۔ طلب کے انہی وسائل و اسباب میں ایک اعلیٰ اور قوی التاثیر سبب دعا کرنا ہے۔ اور دعاؤں میں سب سے اعلیٰ اور مقبول وسیلہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجنا ہے۔

جیسا عمل ویسی جزار - اور قاعدہ یہ ہے کہ جیسا عمل ہو اسی نوعیت کی جزا ملتی ہے۔ لہٰذا جب کوئی اللہ کا بندہ اللہ تعالیٰ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک ذات پر درود بھیجتا ہے۔ یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ثنار و اکرام اور شرف کا طالب ہوتا ہے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آل اولاد کے لئے رحمتِ خاصہ، سلامتی اور برکت کی دعا کرتا ہے تو اللہ کریم درود بھیجنے والے پر دس گنا اپنی رحمتیں، سلامتی اور برکتیں اور عزتیں اپنی شان کے مطابق نازل فرماتا ہے۔ اور اس میں اللہ پاک اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے جن جن اسمار و صفات کے ساتھ یہ درود پیش کیا جاتا ہے، انہی اسمار و صفات کی مناسبت سے بندے پر انعامات کا نزول ہوتا ہے۔

بزرگوں کے مرتب کردہ درودوں کے وِرد کرنے میں بعض شرائط مثلاً ایک مجلس میں خاص تعداد یا خاص وقت میں پڑھنے کی ہدایات ہوتی ہیں۔ اس میں ان شرائط کے اثرات بھی ہوتے ہیں۔ مثلاً درودِ ناریہ ایک مجلس میں ۴۴۴۴ بار پڑھا جاتا ہے۔ اور درودِ تنجینارات کو ستر بار۔ اسی طرح بعض میں طاق عدد کی رعایت ہوتی ہے وغیرہ۔ لہٰذا اسمائے مبارکہ کا اثر اور شرائط کا لحاظ خاص مقاصد کے حصول کے لئے بطور عملیات و اوراد کی شرائط کی قسم سے ہے۔ ثواب میں براہِ راست ان شرائط کو دخل نہیں۔ اگرچہ بالواسطہ دخل ہے۔ اور اس قسم کی شرائط ماثورہ اوراد و اعمال میں بھی ہوتی ہیں۔ مثلاً صلوٰۃ التسبیح وظائف وغیرہ میں۔ وہاں تعداد کے ساتھ ہی ایسے فضائل

ہوتے ہیں۔

الحاصل مختلف اسماء وصفات کے ساتھ درودِ پاک کے خواص اور برکتیں ظاہر ہوتی ہیں جو بندوں کی دنیوی واخروی حاجات ہیں۔ اس عظیم اور مقبول واسطہ سے اپنی حاجات کو طلب کرنے میں ثواب بھی ملتا ہے۔ اور یہ عمل اللہ تعالیٰ کی رضا میں داخل ہے۔ جیساکہ ہر وہ کام خواہ معاملات اور دنیاوی زندگی سے تعلق رکھتا ہو جب اللہ جل شانہٗ کے دھیان اور اس کے احکام یعنی شریعت کے مطابق سرانجام دیا جائے۔ تو وہ کام خواہ تجارت وغیرہ ہی کیوں نہ ہو، اللہ کے ذکر میں شمار ہوگا اور ثواب ملے گا۔ اس میں اللہ کی رضا ہوگی اور ہماری ضرورت بھی پوری ہو جائے گی۔ لیکن خواص عشاق کا حال دوسرا ہوتا ہے۔ ان کو اپنے کسی عمل میں دنیا و آخرت، مادی وروحانی مراتب وترقیات، مقاماتِ عالیہ وغیرہ سے کوئی چیز بھی مقصود نہیں ہوتی۔ یہ تمام چیزیں، تمام مراتبِ عالیہ بہرحال غیراللہ میں شامل ہیں۔ اُن کا مقصود صرف اور صرف اللہ جل شانہٗ وعم نوالہ ومحبوبِ حقیقی وحدہٗ تعالیٰ شانہٗ کی صرف رضا ہوتی ہے۔ ان کے حال کو عارف شیرازی رحمہ اللہ یوں بیان فرماتے ہیں :۔ ؎

فراق ووصل چہ باشد رضائے دوست طلب　　کہ حیف باشد از غیرِ اُو تمنائے

ترجمہ:۔ فراق ووصل کیا ہوتا ہے محبوب کی رضا ڈھونڈ۔ کہ محبوب سے اس کی رضا کے سوا تمنا کرنا ظلم ہے۔

اب اپنے جیسے گناہگار بھائیوں کے لئے عموماً اور خصوصاً عشاق کے لئے وہ درودِ ابراہیمی پیش کیا جاتا ہے جس کا تمام درودوں پر افضل ہونا تو اوپر گذر چکا۔ اور اس کو پیش کرنے کا طریقہ کسی بڑے ولی اللہ عارفِ کامل کا نہیں بلکہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم میں ایک ممتاز صحابی کا ہے۔ جن کا اسمِ مبارک فقیہ الامت حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے۔ اس میں جو درودِ ابراہیمی ہے اس کے افضل ہونے کے متعلق یہاں ایک وضاحت کی جاتی ہے۔

حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ مجھ سے حضرت کعب رضی اللہ عنہ کی ملاقات ہوئی وہ فرمانے لگے کہ میں تجھے ایک ایسا ہدیہ (تحفہ) دوں جو میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے؟ میں نے عرض کیا "ضرور مرحمت فرمائیے" انھوں نے فرمایا کہ ہم نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا، یارسول اللہ! آپ پر درود کن الفاظ سے پڑھا جائے۔ یہ تو اللہ تعالےٰ نے بتادیا کہ آپ پر سلام کس طرح بھیجیں؟ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اس طرح درود

پڑھا کرو۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ سے اخیر تک۔

ایک حدیث میں ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے اس سوال پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے۔ یہاں تک کہ آپ پر وحی آئی۔ پھر آپ نے مندرجہ بالا درود شریف تلقین فرمایا۔ اس سے یہ معلوم ہوگیا کہ درود شریف کے یہ کلمات آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے تعلیم فرمائے گئے تھے۔ عشاق غور فرمائیں کہ فضیلت میں اس سے اعلیٰ کیا بات ہوسکتی ہے کہ الفاظ پوچھنے والے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تلقین فرمانے والے اللہ کے حبیب سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔

حدیث شریف عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ اِذَا صَلَّیْتُمْ عَلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاَحْسِنُوا الصَّلٰوۃَ عَلَیْہِ فَاِنَّکُمْ لَا تَدْرُوْنَ لَعَلَّ ذٰلِکَ یُعْرَضُ عَلَیْہِ فَقَالُوْا لَہٗ فَعَلِّمْنَا فَقَالَ قُوْلُوْا اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ صَلَوَاتِکَ وَرَحْمَتَکَ وَبَرَکَاتِکَ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَاِمَامِ الْمُتَّقِیْنَ وَخَاتَمِ النَّبِیِّیْنَ مُحَمَّدٍ عَبْدِکَ وَرَسُوْلِکَ اِمَامِ الْخَیْرِ وَقَائِدِ الْخَیْرِ وَرَسُوْلِ الرَّحْمَۃِ اَللّٰھُمَّ ابْعَثْہُ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا یَّغْبِطُ بِہِ الْاَوَّلُوْنَ وَالْاٰخِرُوْنَ۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ (سنن ابن ماجہ)

ترجمہ:۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا کہ جب تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجو تو بہتر سے بہتر طریقہ پر درود بھیجنے کی کوشش کرو۔ تم جانتے نہیں ہو ان شاء اللہ تمہارا وہ درود آپ کی خدمت میں پیش کیا جائے گا۔ لوگوں نے عرض کیا تو آپ ہمیں بتا دیجئے کہ ہم کس طرح درود بھیجا کریں۔ آپ نے فرمایا۔ یوں عرض کیا کرو اَللّٰھُمَّ اجْعَلْ صَلَوَاتِکَ الیٰ قولہ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔ اے اللہ! اپنی خاص عنایات اور رحمتیں اور برکتیں نازل فرما سید المرسلین، امام المتقین، خاتم النبیین حضرت محمد پر، جو تیرے خاص بندے اور رسول ہیں۔ نیکی اور بھلائی کے راستے کے امام اور رہنما ہیں۔ رحمت والے پیغمبر ہیں (یعنی جن کا وجود ساری دنیا کے لئے رحمت ہے) اے اللہ ان

مہ لِاَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ حَیٌّ فِیْ قَبْرِہِ الشَّرِیْفِ حَیْثُ اَنَّہٗ وَرَدَ فِیْ حَدِیْثٍ اٰخَرَ اَلْاَنْبِیَاءُ اَحْیَاءٌ فِیْ قُبُوْرِھِمْ یُصَلُّوْنَ (ابوداؤد باسناد صحیح)، وَفِیْ رِوَایَۃٍ بَعْدَہٗ فَنَبِیُّ اللّٰہِ حَیٌّ یُّرْزَقُ۔

ترجمہ:۔ کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر شریف میں زندہ ہیں۔ جیسا کہ دوسری حدیث میں وارد ہے کہ انبیاء علیہم السلام اپنی قبروں میں زندہ ہیں نمازیں پڑھتے ہیں (ابوداؤد باسناد صحیح) اور دوسری روایت میں ان الفاظ کے بعد ہے کہ "اللہ کا نبی زندہ ہوتا ہے رزق دیا جاتا ہے"

کو اس "مقامِ محمود" پر فائز فرما جو اولین و آخرین کے لئے قابلِ رشک ہو۔ اے اللہ حضرت محمد پر اور آلِ محمد پر اپنی خاص نوازشیں اور رحمتیں اور عنایتیں فرما جس طرح کہ تو نے حضرت ابراہیم اور آلِ ابراہیم پر نوازشیں اور عنایتیں فرمائیں۔ بیشک تو حمد و ستائش کا سزاوار اور عظمت و بزرگی والا ہے۔ اور اے اللہ حضرت محمد اور آلِ محمد پر اپنی خاص برکتیں نازل فرما جس طرح تو نے حضرت ابراہیم و آلِ ابراہیم پر برکتیں نازل فرمائیں۔ تیری ذات ہر حمد و ستائش کی سزاوار ہے اور عظمت و کبریائی تیری ذاتی صفت ہے۔

اور ساتھ سلام بھی عرض کرنا ہو تو کہیئے۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْكَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَ بَرَكَاتُهٗ۔

درودِ ابراہیمی کا افضل ہونا تو ظاہر ہے لیکن یہ خصوصی مقاصدِ حسنہ کے لئے بطور وظیفہ کے پڑھنا عام طور پر مشائخ کے اوراد اور عملیات کی کتابوں میں نہیں پایا جاتا۔ نیز یہ کہ درودِ ابراہیمی بہت لمبا ہے اور چونکہ کثرت سے درود شریف پڑھنے کا بھی حکم ہے۔ لمبے درود شریف سے کثرت کے حکم پر عمل ہونا جس کو مشکل ہو وہ صَلَّی اللّٰهُ عَلٰی مُحَمَّدٍ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کا وِرد کیا کرے صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ میں تواترِ عملی کی فضیلت بھی ہے۔

اور درودِ ابراہیمی کو پڑھتے وقت اس کے ساتھ حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کے مبارک الفاظ کو ملا لینا گویا ہدیہ کو اچھے انداز پر پیش کرنا ہوا۔ جیسا کہ حضرت ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کے سوال جواب سے مندرجہ بالا حدیث سے ظاہر ہے۔

نفسِ درود شریف کے فضائلِ ماثورہ یا غیر ماثورہ صیغوں کے پڑھنے سے حاصل ہو جاتے ہیں۔ فضائل کی تفصیل رسالہ مبارکہ "فضائل درود شریف مؤلفہ قطب العالم حضرت شیخ الحدیث صاحب قدس سرہٗ میں ملاحظہ فرمائیں۔ لہٰذا اگر صرف ایک ہی مقصد رضائے الٰہی ہو اس میں اور کوئی اچھے سے اچھا مقصد شامل نہ ہو تو وہ اس درودِ ابراہیمی کا وِرد رکھے کہ سب سے افضل ہے اور چہل حدیث کے "مقبول وظیفہ" کو معمول بنالے جو چھپ چکا ہے اور ہر جگہ ملتا ہے صرف ایک ہی چیز ایک ہی مقصد "اللہ پاک کی رضا" حاصل ہونے پر ان شاء اللہ بندۂ محتاج کی تمام حاجات باحسنِ وجوہ خود پوری ہوں گی۔

علماء نے اس کا سبب یہ لکھا ہے کہ جب بندہ اپنی طلب اور رغبت کو اللہ تعالےٰ کی رغبت اور پسندیدہ چیز میں کر لیتا ہے اور اپنے مطالب پر اللہ تعالیٰ کی رضا کو مقدم رکھتا ہے تو

اللہ تعالیٰ اپنے اس بندے کی سب مہمات کی کفایت کرتا ہے مَنْ کَانَ لِلّٰہِ کَانَ اللّٰہُ لَہٗ۔ بندہ ہر لحاظ سے محتاج تو ہے ہی۔ اس احتیاج کا ظاہر کرنا اس کی خوبی ہے۔ راقم الحروف کے ذوق میں اپنی چھوٹی بڑی حاجات کو بہت زاری اور الحاح سے اور طرح طرح کے طریقوں اور وسیلوں سے مانگنے میں عوام اور خواص کی حالت میں فرق ہوتا ہے۔ خواص کا مانگنا خالص صفت عبدیت کی وجہ سے ہوتا ہے اور بندوں کے لئے عبدیت سے اوپر کوئی مقام نہیں۔ اور عوام کا مانگنا حاجات کی وجہ سے ہوتا ہے۔ لیکن عشاق کا حال دوسرا ہوتا ہے کہ ان کی ساری حاجات ایک بڑی حاجت کے اندر یعنی محبوب کی رضا کے سامنے کالعدم ہوتی ہیں۔ یہی حال ان کے دیکھنے اور سننے کا ہوتا ہے۔

عبدیت کے مقام اور عشاق کے حال کا فرق اس مثال سے واضح ہوسکتا ہے کہ عوام کا توکل تو صرف اعتقادی ہوتا ہے جو کہ فرض ہے اور وہ اسباب کو اختیار کرتے ہیں اگرچہ دل میں توکل بھی ہوتا ہے لیکن ان کی نظر اسباب پر بھی ہوتی ہے جو کہ ان کے حال سے ظاہر ہے! ور خواص کے لئے یہ ہے کہ وہ اعتقادی توکل کے ساتھ اسباب کو بھی اختیار نہیں کرتے۔ لیکن اخص الخواص اور کاملین کا مقام یہ ہوتا ہے کہ وہ عوام کی طرح اسباب کو پورا اختیار کرتے ہیں۔ لیکن ان کی نظر ذرّہ بھر بھی اسباب کی طرف نہیں ہوتی۔ ظاہر ہے کہ یہ مقام مشکل ہے۔ چنانچہ سید المتوکلین صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ اُحد میں تشریف لے جانے سے پہلے اپنے بچاؤ کے اسباب کو اختیار کرنے میں دو زرہیں زیبِ تن فرمائی ہیں۔ اسباب کو اختیار کرنے اور نہ کرنے کے متعلق حضرتِ شیخ رح تحریر فرماتے ہیں:۔

"اس سلسلہ میں ہمارے اکابر کا طرز عمل بہت ہی عجیب اور پسندیدہ ہے۔ اور وہ وہ ہے جس کو حضرتِ اقدس سید الطائفہ شیخ المشائخ شاہ ولی اللہ صاحب رح نے اپنے اس رسالہ میں تحریر فرمایا ہے جس میں اپنے مبشرات کو جمع کیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ " میں نے ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے روحانی سوال کیا کہ اسباب کو اختیار کرنے میں اور اس کے چھوڑنے میں افضل چیز کونسی ہے؟ تو مجھ پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک روحانی فیض ہوا جس کی وجہ سے میرا قلب اسباب اور اولاد وغیرہ کی طرف سے بالکل سرد پڑ گیا۔ اس کے تھوڑی دیر بعد یہ حالت زائل ہوئی تو میں نے اپنی طبیعت کو اسباب کی طرف مائل پایا اور اپنی روح کو اسباب سے ہٹا کر اللہ کو سونپ دینے کی طرف مائل پایا (در ثمین) حقیقت میں یہ بہترین صورت ہے کہ اس میں وہ اشکالات بھی پیدا

نہیں ہوتے جو ترکِ اسباب میں اکثر پیدا ہو جاتے ہیں۔" (فضائل حج)

کوئی بنتا ہے دیوانہ کوئی ہوتا ہے دیوانہ (عوام اور خواص کے مانگنے کے فرق کی وضاحت میں ایک واقعہ)

ایک بزرگ حج کو آئے۔ حج کے بعد کسی نے ان کو دو نئی چادریں ہدیہ دیں۔ ان بزرگ نے پرانی اور میلی چادریں اتار کر سوچا کہ ان میں حج کیا ہے کسی بہت ہی خاص ضرورتمند کو صدقہ کروں گا تاکہ بہت ثواب ملے۔ اِدھر اُدھر دیکھا تو ایک آدمی ملتزم پر کعبہ کے پردے سے لپٹا ہوا زار و قطار رو رہا ہے۔ اور بہت ہی عاجزی اور الحاح اور زاری کے ساتھ دعائیں کر رہا ہے کہ یا اللہ، بیمار بھی ہوں، سردی ہے، بدن پر کپڑا بھی نہیں ہے، بھوکا بھی ہوں۔ تیرے سوا کوئی نہیں جس سے مدد مانگوں۔ نہ کوئی دینے والا ہے۔ تو اپنا کرم کر۔ میرے گناہوں کو معاف کر دے اور میری ضرورتیں پوری کر دے۔ وغیرہ وغیرہ۔ اس حاجی بزرگ نے جب اس فقیر کو اس حال میں دیکھا تو اس کا جی بھر آیا۔ اور اس کے دل میں آیا کہ میری مراد پوری ہوئی۔ اس فقیر سے زیادہ محتاج کون ہو سکتا ہے۔ اس نے فقیر کا ہاتھ پکڑ کر ملتزم سے ہٹایا اور چادریں پیش کیں۔ فقیر نے چادریں تو اوڑھ لیں لیکن انسان تھا۔ یا تو غصہ آگیا۔ یا حاجی کی تعلیم کے لئے اس کا ہاتھ پکڑ کر کہا کہ "چلو میرے ساتھ طواف کرو۔" چنانچہ جب وہ طواف کر رہے تھے تو فقیر کا پاؤں جس پتھر پر پڑتا وہ ہیرا بن جاتا۔ یہ دکھلا کر فقیر نے حاجی سے کہا کہ اللہ تعالےٰ نے مجھے سب کچھ دے رکھا ہے میں یار کے ساتھ ناز و نیاز کر رہا تھا تو نے مجھے اس سے جدا کر دیا۔

اسی طرح آگ کے انگاروں پر حضرت بلال رضی اللہ عنہ کا اَحَد اَحَد پکارنا ہے۔ بندہ کے خیال میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اَحَد اَحَد کہنے میں آگ کی گرمی تکلیف کے بجائے لذت دیتی ہو گی۔ ؎ از محبت تلخہا شیریں شود۔

مذکورہ بالا درودِ ابراہیمی کے الفاظ کی تشریح

"اگرچہ زبانِ مبارک سے نکلے ہوئے الفاظ کی برکت اور قبولیت کو کون بیان کر سکتا ہے صرف ان الفاظ کے معنوں کو لکھا جاتا ہے جن کی معنویت کا لحاظ کرنے سے درود شریف کا فیض بے حد بڑھ جاتا ہے۔"

اس درودِ پاک میں مندرجہ ذیل الفاظ کے متعلق بزرگوں کے ارشادات کی روشنی میں

تشریح کی جاتی ہے۔

اَللّٰھُمَّ

سلفِ صالحین سے نقل کیا گیا ہے کہ اَللّٰھُمَّ اللہ تعالیٰ کے تمام اسماءِ حسنیٰ کے قائم مقام ہے یعنی جب اَللّٰھُمَّ کہہ کر دُعا کی جائے تو گویا تمام اسمائے حسنیٰ کے ساتھ دعا مانگی گئی۔ اور اسمائے حسنیٰ کے ساتھ دعا مانگنے کی قبولیت کی بشارت ہے۔

سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ، اِمَامِ الْمُتَّقِیْنَ، خَاتَمِ النَّبِیّٖنَ، اِمَامِ الْخَیْرِ، قَائِدِ الْخَیْرِ، رَسُوْلِ الرَّحْمَۃِ۔

یہ سب تعظیمی الفاظ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے خصائصِ جلیلہ ومحاسنِ جمیلہ میں سے ہیں جو انہی الفاظ یا ان کے ہم معنی الفاظ میں کتاب وسنت میں آئے ہیں۔ لہٰذا فضیلت ظاہر ہے۔

"عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ"

اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام کمالات کا مدار انہی دو خوبیوں پر ہے "عبدیت" و "رسالت" عبدیت کا آپ کے مراتبِ علیا سے ہونا گذشتہ اوراق میں گذر چکا۔ اور "رسالت" کے مقام کے متعلق گذشتہ اوراق میں آیت بھی لکھی جا چکی ہے۔

"درودِ ابراہیمی سے تشبیہ" اس کے متعلق حضرات علماءِ کرام کے کئی ارشادات ہیں۔ لیکن حضرت شیخ الحدیث نور اللہ مرقدہ کا مبارک قول یہاں نقل کیا جاتا ہے:۔

کہ حضرت ابراہیم علیٰ نبیّنا وعلیہ الصلوٰۃ والسّلام کو اللہ جل شانہٗ نے اپنا خلیل قرار دیا۔ چنانچہ ارشاد ہے وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرَاهِیْمَ خَلِیْلًا۔ لہٰذا جو درود اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت ابراہیم علیہ السّلام پر ہوگا وہ محبت کی لائن کا ہوگا۔ اور محبت کی لائن کی ساری چیزیں سب سے اونچی ہوتی ہیں لہٰذا جو درود محبت کی لائن کا ہوگا وہ یقیناً سب سے زیادہ لذیذ اور اونچا ہوگا چنانچہ ہمارے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ جل شانہٗ نے اپنا حبیب قرار دیا۔ اور حبیب اللہ بنایا اور اسی لئے دونوں کا درود ایک دوسرے کے مشابہ ہوا۔

متعدد روایات سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حبیب اللہ ہونا معلوم ہوتا ہے۔ محبت اور خلّت میں جو مناسبت ہے۔ وہ ظاہر ہے اسی لئے ایک کے درود کو دوسرے کے درود کے ساتھ تشبیہ دی۔ اور چونکہ حضرت ابراہیم علیٰ نبیّنا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے آباء میں ہیں اس لئے بھی من اشبہ اباہ فما ظلم آباء واجداد کے ساتھ مشابہت ممدوح ہے۔

مَقَامًا مَّحْمُوْدًا۔

مقامِ محمود وہی ہے جس کو اللہ جلّ شانہٗ نے اپنے کلام پاک میں سورۂ بنی اسرائیل میں ارشاد فرمایا۔ عَسٰٓی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا۔ (ترجمہ) امید ہے کہ پہنچائیں گے آپ کو آپ کے رب مقامِ محمود میں۔

مقامِ محمود کی تفسیر میں علماء کے چند اقوال ہیں:۔

یہ کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنی امّت کے اوپر گواہی دینا ہے اور کہا گیا ہے کہ حمد کا جھنڈا جو قیامت کے دن آپ کو دیا جائے گا مراد ہے۔ اور بعض نے کہا ہے کہ اللہ جلّ شانہٗ نے آپ کو قیامت کے دن عرش پر اور بعض نے کہا کُرسی پر بٹھلنے کو کہا ہے۔ ابن جوزی نے ان دونوں قولوں کو بڑی جماعت سے نقل کیا ہے۔ اور بعضوں نے کہا کہ اس سے مراد شفاعت ہے اس لئے کہ وہ ایسا مقام ہے کہ اس میں اولین و آخرین سب ہی آپ کی تعریف کریں گے۔

علامہ سخاوی رح اپنے استاذ حافظ ابن حجر رح کے اتباع میں کہتے ہیں۔

"ان اقوال میں کوئی منافات نہیں اس واسطے کہ احتمال ہے کہ عرش وکرسی پر بیٹھانا شفاعت کی اجازت کی علامت ہو۔ اور جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم وہاں تشریف فرما ہو جائیں تو اللہ جل شانہ ان کو حمد کا جھنڈا عطا فرمائے اور اس کے بعد حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنی امّت پر گواہی دیں۔"

ابن حبان کی ایک حدیث میں حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد نقل کیا گیا ہے۔ کہ اللہ جل شانہٗ قیامت کے دن لوگوں کو اٹھائیں گے۔ پھر مجھے ایک سبز جوڑا پہنائیں گے۔ پھر میں وہ کہوں گا جو اللہ چاہیں۔ پس یہی مقامِ محمود ہے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ "پھر میں کہوں گا" سے مراد وہ حمد وثنا ہے جو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم شفاعت سے پہلے کہیں گے۔ اور مقامِ محمود ان سب چیزوں کے مجموعہ کا نام ہے جو اس وقت میں پیش آئیں گی۔"

روایات میں خود ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ان کے لئے مقامِ محمود کی دعا کرنے کی ترغیب آئی ہے۔ اگرچہ اس کا اصلی فائدہ تو ہم دُعا مانگنے والوں کے لئے ہے کیونکہ اللہ پاک نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے یہ مقام مخصوص فرما دیا ہے۔ ایک بزرگ نے راقم الحروف سے فرمایا "دیکھو اذان کے بعد ضرور دُعا مانگا کرو کہ اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے مقامِ محمود

کی دعا ہے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُمت کے لئے کتنی دعائیں مانگی ہیں اور اپنے لئے صرف ایک ہی دعا کے لئے فرمایا ہے۔

"حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ"

یہ اللہ تعالیٰ کے دو ایسے مبارک صفاتی نام ہیں جو تمام صفات جلالیہ وجمالیہ کے آئینہ دار ہیں۔ گویا یہ اللہ تعالیٰ کی تمام صفات کو شامل ہیں۔

دُعا مانگتے وقت خصوصًا شروع اور آخر میں جو صفات عرض کی جاتی ہیں ان کا مقصد ان صفات کا فیض حاصل کرنا ہوتا ہے۔ لہٰذا ان تمام معنی کے تصور کے ساتھ مزے لے کر درود شریف پیش کریں۔ اللہ پاک سے تو خطاب ہو ہی رہا ہے اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم پر پیش بھی ہو رہا ہے اور جیسا کہ احادیث میں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے جواب میں ہمارے لئے دعاءِ استغفار فرما رہے ہیں۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ وَتُبْ عَلَيْنَا اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ۔

نعت

سیّد الطائفہ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی قدس سرہٗ

ذرا چہرے سے پردے کو اٹھاؤ یا رسول اللہ
مجھے دیدار ٹک اپنا دکھاؤ یا رسول اللہ

اٹھا کر زلفِ اقدس کو ذرا چہرہ مبارک سے
مجھے دیوانہ اور وحشی بناؤ یا رسول اللہ

پیاسا ہے تمہارے شربتِ دیدار کا عالم
کرم کر اپنا اک پیالہ پلاؤ یا رسول اللہ

چھپیں خجلت سے جاکر پردۂ مغرب میں ماہ و خور
گر اپنے حسن کا جلوہ دکھاؤ یا رسول اللہ

یقیں ہو جائے گا کفار کو بھی اپنی بخشش کا
جو میداں میں شفاعت کے تم آؤ یا رسول اللہ

ہوا ہوں نفس اور شیطان کے ہاتھوں بہت رسوا
مرے اب حال پر تم رحم کھاؤ یا رسول اللہ

کرم فرماؤ ہم پر اور کرو حق سے شفاعت تم
ہمارے جرم و عصیاں پر نہ جاؤ یا رسول اللہ

مشرف کر کے مجھ کو کلمۂ طیّب سے اپنے تم
پھر اب نظروں سے اپنی مت گراؤ یا رسول اللہ

کرو روئے منور سے مری آنکھوں کو نورانی
مجھے فرقت کی ظلمت سے بچاؤ یا رسول اللہ

شفیعِ عاصیاں ہو تم وسیلہ بیکساں ہو تم
تمہیں چھوڑ اب کہاں جاؤں بتاؤ یا رسول اللہ

خدا عاشق تمہارا اور ہو محبوب تم اس کے
ہے ایسا مرتبہ کس کا سناؤ یا رسول اللہ

مجھے بھی یاد رکھیو ہوں تمہارا امتی عاصی
گنہگاروں کو جب تم بخشواؤ یا رسول اللہ

اگرچہ نیک ہوں یا بد تمہارا ہو چکا ہوں میں
تم اب چاہو ہنساؤ یا رُلاؤ یا رسول اللہ

جہازِ امت کا حق نے کر دیا ہے آپ کے ہاتھوں
بس اب چاہو ڈباؤ یا تراؤ یا رسول اللہ

پھنسا ہوں جس طرح گردابِ غم میں ناخدا ہو کر
مری کشتی کنارے پر لگاؤ یا رسول اللہ

ہُوک

شیخ العرب والعجم حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی قدس سرہٗ

سبز و شاداب گلستانِ تمنا ہووے
کاش مسکن مرا صحرائے مدینہ ہووے

ہند میں گرمِ تپش یوں دلِ مضطر ہے مدام
دام میں جیسے کوئی مرغ تڑپتا ہووے

مجھ کو بھی روضۂ اقدس کی زیارت ہو نصیب
زہے قسمت جو سفر سوئے مدینہ ہووے

جب کہیں قافلے والے کہ مدینہ کو چلے
شوق میں پھر تو مرا اور ہی نقشا ہووے

ننگے پاؤں وہیں ہو جاؤں میں اٹھ کر ہمراہ
تن میں جامہ بھی مرے ہو کہ برہنا ہووے

یوں چلوں خاک اُڑاتا ہوا صحرا صحرا
جیسے جنگل میں بگولا کوئی اُڑتا ہووے

گرم جولاں روشِ برق ہوں شاداں خنداں
پاؤں پر پاؤں مرا شوق میں پڑتا ہووے

کانٹے تلوؤں میں چبھیں برگِ گلِ تر سمجھوں
خاک جو اُڑ کے پڑے آنکھوں میں سُرما ہووے

ایسی صورت سے درِ شاہِ عرب پر پہنچوں
حال جیسے کسی ناچیز گدا کا ہووے

گرد آلود بدن خاک ملے چہرہ پر
ایک تہ بند پھٹا سا کوئی کُرتا ہووے

خار پاؤں میں چُبھے بال ہوں سر کے بکھرے
فکرِ سوزن ہو نہ کچھ شانہ کا سودا ہووے

باندھ کر ہاتھ کروں عرض بصد عجز و نیاز
خدمتِ شاہ میں جیسے کوئی بَردا ہووے

یہ غلام آپ کا حاضر ہے قدم بوسی کو
وصل کا آج اِشارہ شہِ والا ہووے

مری بیتابی و مسکینی پر رحم آئے ضرور
خود درِ حجرۂ والائے نبی وا ہووے

دوڑ کر سرِ قدمِ پاک پہ رکھ دوں اپنا
دھیان کس کو ادب و بے ادبی کا ہووے

کبھی چوموں کبھی آنکھوں سے لگاؤں وہ قدم
خاکِ پا آپ کی ان آنکھوں کا سُرما ہووے

گوہرِ اشک نثارِ قدمِ پاک کروں
جز تہی دستی جو کچھ اور نہ تحفہ ہووے

اور جب رُوئے مبارک کی تجلی دیکھوں
جلوۂ طور بھی آنکھوں میں تماشا ہووے

سُن کے اس شوق کو کہتے ہیں ملائک بھی غریب
فضلِ حق سے تری حاصل یہ تمنا ہووے

تالیفات

مخدوم العلماء حضرت اقدس صوفی محمد اقبال صاحب مہاجر مدنی مدظلہٗ
چشتی، قادری، نقشبندی، سہروردی، شاذلی

۱ العطور المجموعہ
۲ تنویر الابصار
۳ مقبول وظیفہ
۴ مقبول وسیلہ ..... شفاء الاسقام
۵ ربیع القلوب
۶ تقدیم وترجمہ جلاء الافہام باب رابع عربی / اردو
۷ میانِ دو کریم مع
۸ آدابِ الحرمین
۹ حضرت شیخ کا اتباعِ سنّت اور عشقِ رسولؐ
۱۰ چند عبرت آموز واقعات
۱۱ محبوبُ العارفین
۱۲ بہجۃُ القلوب
۱۳ حقیقۃ العلم ترجمہ فضل علم السلف علی الخلف
۱۴ مختصر۔ الحزبُ الاعظم
۱۵ مجالسِ ذکر
۱۶ محبّت کا سودا
۱۷ صقالۃ القلوب
۱۸ اکابر کا تقویٰ
۱۹ اکابر کا احسان وسلوک
۲۰ اُمّ امراض
۲۱ مقدمہ، ترتیب ضمیمہ بر انوار الصلوٰۃ
۲۲ ابتدائی اذکار واشغال۔
۲۳ شجرہ نقشبندیہ، امدادیہ، خلیلیہ مع طریقۂ ذکر
۲۴ فیضِ شیخ
۲۵ دُنیا میں جنّت
۲۶ دعوت وتبلیغ میں ذکر کی اہمیت
۲۷ ایک نصیحت آموز اور ترغیبی خط
۲۸ حضرت شیخ کا ایک اہم گرامی نامہ

(مذکورہ بالا تین رسائل ذکر کی اہمیت کے نام سے حضرت شیخ نے خود شائع کروائے تھے)

۲۹ فضائلِ نسوار
۳۰ فضائل لباس
۳۱ وصال کے بعد
۳۲ ایک عظیم فتنہ
۳۳ محبت کے اشارے
۳۴ سہاگ رات
۳۵ محبّت
۳۶ بیعت کے بعد
۳۷ حیات شیخ الاسلام رحؒ کا ایک ورق
مقدمہ۔ بیعت کی شرعی حیثیت
۳۸ تحدیث بالنعمہ (رسالہ "حضرت شیخ کے معمولاتِ رمضان" میں مضمون)
۳۹ چند حقائق اضافہ بر رسالہ تنقید وحق تنقید
۴۰ مختصر سوانحِ حیات (حضرت شیخ اور انکے خلفاء ج ۲ ص ۲۷۲ تا ۳۰۲)
۴۱ الطریق لمن فقد الرفیق
۴۲ العمدہ شرح الزبدہ
۴۳ امامِ وقت حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کا طریقہ سلوک مطبوعہ محرم وصفر ۱۴۰۹ھ ماہنامہ سلوک و احسان۔

ناشر

مکتبہ حضرت شاہ زبیرؒ

جامع مسجد ابرار و خانقاہ اقبالیہ جلیلیہ

موبائل: ۰۳۰۰_۹۲۲۵۵۳۳

۰۳۲۱_۹۲۲۵۵۳۳